# محدث

وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا

مجلس التحقیق الاسلامی گارڈن ٹاؤن لاہور

مدیر اعلیٰ

حافظ عبدالرحمن مدنی

ماہنامہ محدث لاہور

## ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی مُدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہو رہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

## گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے زرِ سالانہ: ۲۰۰روپے بیرون ملک: ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476 موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

# اجرائے مُحدث کے مقاصد

☜ عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

---

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

---

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

---

☜ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

---

☜ آئین وسیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

---

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدّث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

magazine.mohaddis.com


ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

# محدث

لاہور

جلد ۸ | جمادی الآخرۃ سنہ ۱۳۹۸ھ | عدد ۶


## فہرست مضامین


۱- فکر و نظر .... جو دینِ حق کی مدد کرتے ہیں، اللہ ضرور ان کی مدد کرتا ہے .... اداریہ ۲

۲- التفسیر والتعبیر ......... سورۃ البقرہ (قسط ۲۱) .... مولانا عزیز زبیدی ۸

۳- السنۃ والحدیث ...... آخرت کے انجام کا آنکھوں دیکھا حال .... ۱۶

۴- دارالافتاء ...... مجنونہ سے نکاح کا حکم اور کیا ایسے
شوہر کی امامت جائز ہے؟ ۲۲
نماز قصر کے لیے مسافت کا تعین

۵- ترغیب و ترہیب ... نامۂ اعمال اور لمحۂ فکر ...... سید زاہد علی واسطی ۲۷

۶- مقالات ...... کنعان، کنعانیوں کا ہے .... پروفیسر محمد سلیمان اظہر ۳۸

۷- شعر و ادب .... دل لرزا اٹھے نہ کس طرح تماشائی کا (نظم) ... مولانا عبدالرحمٰن عاجز ۴۸



ناشر: حافظ عبدالرحمٰن مدنی طابع: چودھری رشید احمد مطبع: مکتبہ جدید پریس، ۴- شارع فاطمہ جناح، لاہور

فی پرچہ ۱.۲۵ روپیہ


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



فکر و نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# جو دینِ حق کی مدد کرتے ہیں، اللہ ضرور ان کی مدد کرتا ہے

انسانی زندگی ایک عظیم صحرا، بھیانک جنگل اور مہیب اندھیرا ہے، کچھ پتہ نہیں، اس میں کب بھونچال آجائے، کہاں حوادث کا کوئی کانٹا چبھ جائے یا اندھیرے میں راہ چلتے کہاں فتنوں کا کوئی مہلک گڑھا یا غار پیش آجائے ـــــ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان حالات میں کیسے گزرے اور کیا بنے ـــــ گو اسی طرح انبساط اور خوشی کے امکانات بھی موجود ہوتے ہیں، تاہم جہاں شادیانوں کے ساتھ غموں کے کوس بھی بجتے ہوں وہاں خوشی بے اثر ہو کر رہ جاتی ہے۔ عیش و آرام کے سینکڑوں چمنستان کھلے ہوں، جب کرب و ابتلا اور غم و اندوہ کی آندھی کا ایک جھونکا آتا ہے تو خوشیوں کے ساتھ گل و لالہ مرجھا کر جھڑ جاتے ہیں۔ اس لیے زندگی کے اس راہی کے لیے مہیب لق و دق صحرا میں جو اندیشے پوشیدہ ہو سکتے ہیں، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

ان حالات میں اگر کوئی مونس، یار غار اور درد مند حدی خوان رفیقِ سفر ہو جائے تو اندیشوں کے امکانات کے باوجود راہی کی ڈھارس بندھ جاتی ہے، حوصلہ بڑھ جاتا ہے اور امید کی کرن میں جلا اور آب و تاب پیدا ہو جاتی ہے۔ سفر آسان ہو جاتا ہے۔ خطرات اور اندیشے منزل کے شوق میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ وہ جوں جوں آگے بڑھتا ہے، اشتیاقِ منزل میں دل بلیوں اچھلنے لگتا ہے۔ یہ وہ نفسانی کیفیات اور اقدار ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے زندگی کا یہ تاریک گھروندا بقعۂ نور بن جاتا ہے اور انسان کے لیے جینے کی تمنا اور سکت اوٹ لینے لگ جاتی ہے۔ اس مرحلہ پر اگر ایک انسان ہوش سے کام لے تو یہ کشتیٔ حیات ساحلِ مراد سے ہم کنار ہو کر مسرت اور خوشیوں کا گلستانِ لازوال اور سرمدی بن سکتا ہے۔

قرآن حکیم اسی تنگ و تاریک "سفرِ حیات" کے لیے نوعِ انسانی کو اپنا تعاون اور دوستانہ رفاقت کا ہدیہ پیش کرتا ہے اور صرف اتنی سی وضاحت کے ساتھ کہ، تم پہلے مجھ سے مناسبت پیدا کر لو، تاکہ اس سفر میں ہماری رفاقت، تمہارے لیے کسی اجنبی کی اتفاقی رفاقت نہ رہے ـــــ قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ اگر آپ نے اس فطری اور اصولی پیش کش پر لبیک کہی تو آپ دیکھ



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

یں گے کہ: آپ کا یہ سفرِ حیات انتہائی پرسکون، بیداغ اور معراج بریں ثابت ہو گا — کائنات کی ہر شے آپ سے محبت کرتی ہے اور آپ کے تابع فرمان ہے۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اگر تم اللہ کی مدد کرو گے (تو) وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (پ۲۶-محمد ع۱)

اللہ کی مدد کرنے کے معنی، اس کے دینِ اسلام کے غلبہ اور اشاعت کے لیے کوشش کرنے کے ہیں، کوشش کے معنی "نعرہ بازی" یا صرف دھواں دھار تقریریں نہیں ہیں، اصل مقصد یہ ہے کہ اسے عملاً برپا کرنے کے لیے منظم سعی و جہد، بساط بھر شانی معاشرہ اور انفرادی اسوۂ حسنہ کا نمونہ پیش کیا جائے اور اسی راہ میں جتنی اور جیسی کچھ مشکلات پیش آئیں ہمت نہ ہاریں۔

اللہ اس شخص کی مدد کرتا ہے جو اپنا وزن واقعۃً دینی محاذ اور حزب اللہ کے پلڑے میں ڈالتا ہے:

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (پ۳-آل عمران ع۲)

"(دینِ اسلام سے انکار کرنے والو) ان دو (مخالف گروہوں میں تمہارے (سمجھنے کے) لیے (خدا کی قدرت کی بڑی بھاری) نشانی (ظاہر) ہو چکی ہے جو (بدر کے مقام پر) ایک دوسرے سے گتھ گئے (ان میں سے) ایک گروہ تو (سچے مسلمانوں کا تھا جو) خدا کی راہ میں لڑتا تھا اور دوسرا (گروہ) منکروں کا تھا جن کو آنکھوں دیکھتے مسلمانوں کا گروہ اپنے سے دوچند دکھائی دے رہا تھا اور اللہ اپنی (خصوصی) مدد سے جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے۔"

خاص کر جن کو اسلام کے غلبہ اور شوکت کے لیے وسائل مہیا ہیں، ان کو حق تعالیٰ ضرور آزماتا ہے کہ کون ان کا حق ادا کرتا ہے:

وَ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ (پ۲۷-الحدید ع۳)

"(ہم نے رسول، کتاب، انصاف اور لوہے جیسی چیزیں عنایت کیں تاکہ اللہ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے رسول کی کون مدد کرتا ہے۔"

یعنی اس کے پاس آسمان سے نازل کردہ آئین، اس کے شارح پیغمبر، عدل و انصاف کے وسائل پر دسترس، عسکری اور اقتصادی قوتوں پر کنٹرول جیسا اعزاز بھی ان کو حاصل ہو تو

magazine.mohaddis.com



گو وہ بہت بڑی سعادت ہے تاہم آزمائش سے کم نہیں، وہ ان کو اسلام کے غلبہ کے لیے استعمال کر کے اپنے لیے رحمت بھی بنا سکتے ہیں اور اس کے حسین مستقبل پر بوجھ بن کر ان کو اپنے لیے وبال بھی بنا سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسا آسمانی معیار اور ترازو ہے جس میں ہم گھر میں بیٹھ کر ہر فرد، جماعت اور قوم کو تول سکتے ہیں اور اس کے مطابق ایک مناسب لائحہ عمل مرتب کر سکتے ہیں۔ ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔

فرمایا: نصرتِ الٰہی اور فتح مبین ان کے لیے مزید خدا کا ایک عطیہ ہے جو ایمان رکھتے ہیں، راہِ حق میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ (پ ۲۸۔ الصف ع ۲)

اے ایمان والو! تمہیں ایسا کاروبار نہ بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے چھٹکارا دے (وہ یہی ہے کہ) تم اللہ، اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔

اس کے نتیجے میں ان کو جو فوز و فلاح اور حیاتِ طیبہ کی دولت نصیب ہوئی سو ہوئی۔ فرمایا:

وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ (ایضاً)

"اور ایک اور (تحفہ بھی کہ) وہ تمہیں محبوب ہے (یعنی) اللہ کی طرف سے نصرت اور فتح قریب۔"

مالوں اور جانوں سے جہاد ایک یہ کہ، لڑائی کا وقت آجائے تو راہِ حق میں مال بھی لٹائے اور گردنیں کٹانا پڑیں تو دریغ نہ کریں۔ اس کی دوسری نوعیت یہ ہے کہ: نظام مالیات ہو یا جسم و جان کی کوئی بات، قرآن و سنت کی تعلیمات پر مبنی ہو، جہاں یہ سماں ہوگا وہاں فتح و نصرت خود ان کے قدم چومے گی، جسے دیکھ کر مسلم جھوم اٹھے گا، فرمایا یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

لِلَّهِ الْأَمْرُ مِن قَبْلُ وَمِن بَعْدُ ۚ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۝ بِنَصْرِ اللَّهِ ۚ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ (پ ۲۱۔ روم ع ۱)

"پہلے بھی (فتح و شکست کا) اللہ ہی کو اختیار رہا اور (اس واقعے کے) بعد بھی (اسی کو اختیار ہے) اور اس دن مسلمان اللہ کی طرف سے خوش ہو جائیں گے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔"

اپنی خصوصی نصرت کی ایک مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ○ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ○ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ○ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ○ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ (پ ۲۳ - الصٰفٰت ع ۴)

اور ہم نے موسیٰ و ہارون پر احسانات کیے، اور ان دونوں اور ان کی قوم کو بہت بڑے (ابتلاء اور) کرب سے نجات دی اور (فرعون کے مقابلے میں) ان کی مدد کی تو (آخر کار) یہی لوگ غالب رہے اور دونوں کو ایک واضح کتاب دی اور دونوں کا سیدھا راستہ دکھایا۔ اور ان کے بعد آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا

فرعون جیسی مستبعد طاقت کے مقابلے میں بنی اسرائیل کی کیا پوزیشن تھی، لیکن جب بحیثیت قوم انھوں نے خدا کی کتاب اور خدا کے پیغمبروں کا احترام کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان مظلوموں کو فاتح بنا لیا اور جو متکبر فاتح تھے ان کو مفتوح کر کے دکھا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون پر سلام:

وَسَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (ایضا)

یہ انقلاب معمولی انقلاب نہیں تھا۔ ایک عظیم انقلاب تھا۔ وہ قوم مصر میں جن کی حیثیت ایک خادم کی تھی، اس کے ہاتھوں مصر جیسی عظیم سیاسی طاقت کا خاتمہ انتہائی محیر العقول انقلاب ہے۔ اگر اب بھی کوئی قوم اور جماعت اس کا نمونہ پیش کرنے کو تیار ہو جائے تو یقین کیجیے: فتح و نصرت کی اس عظیم مثال کو اب بھی دہرایا جا سکتا ہے۔

یہی معاملہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس قوم سے کیا جنھوں نے انبیاء کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے نظامِ حیات کو ترتیب دیا۔ اللہ نے ان کی خصوصی نصرت فرمائی اور جو تیس مار خاں ان کے لیے وجہِ عذاب بنے رہے اللہ نے خود ہی ان سے ان کا انتقام لیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (پ ۲۱ - الروم ع ۵)

اور ہم نے آپ سے پہلے (بہت سے) پیغمبر ان کی قوموں کے پاس بھیجے اور وہ ان کے پاس دلائل لے کر آئے (مگر انھوں نے ان کو جھٹلایا) پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جو جرم کرتے رہے (اصل بات یہ ہے کہ) اہل ایمان کی مدد کرنا ہمارے ذمہ تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو لوگ اللہ کے دین کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ضرور مدد


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



کرتا ہے اور وہ اس کی طاقت رکھتا ہے۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (پ۱۷۔ الحج ع۶)

شرط یہ ہے کہ خدا کا خوف دل میں ہو اور خلوصِ دل کے ساتھ منکرین حق کے خلاف میدان میں اتر آئیں۔ فرمایا: ایسی صورت میں ہم خود تمہارے ہاتھوں تمہارے دشمنوں کو جوتے لگوائیں گے اور تمہارے دل کو ٹھنڈا کریں گے۔

فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ (پ۱۰۔ التوبۃ ع۲)

"اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرو، ان لوگوں سے لڑو، خدا تمہارے ہی ہاتھوں ان کو سزا دے گا اور ان کو رسوا کرے گا اور ان پر تم کو فتح دے گا اور مسلمان جماعت کے کلیجوں کو ٹھنڈا کرے گا۔

فرمایا جو حق کو جھٹلاتے ہیں ہم مسلمانوں کو نصرت عطا کر کے منکرین کا بیڑا غرق کر ڈالتے ہیں۔

وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۔

"اور ہم نے ان کا بدلہ لے لیا ایسے لوگوں سے جنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا، بے شک وہ لوگ بہت ہی برے تھے سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

جو لوگ حق کے لیے حق پرستوں کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کرتے ہیں اللہ ان کو طمانیت اور فتح دیتا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (پ۲۶۔ الفتح ع۳)

"بے شک اللہ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے اور اللہ کو معلوم تھا جو ان کے دلوں میں تھا، سو اللہ نے ان پر طمانیت نازل کی اور ان کو لگے ہاتھ فتح دی"

جو لوگ ہزار مشکلات اور اذیتوں کے باوجود حق کا ساتھ نہیں چھوڑتے، اللہ ان کی ہی مدد کرتا ہے۔



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com


وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا (انعام۔ ع۴)

دوسرے مقام پر فرمایا (سورہ یوسف ع۱۲)

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا۔

"یہاں تک کہ پیغمبر مایوس ہوگئے اور گمان کرنے لگے کہ ان سے غلطی ہوئی کہ (اتنے میں) ہماری مدد آپہنچی"

یقین کیجیے! اللہ جب مدد کرتا ہے اس وقت اور کوئی ان کو دبا نہیں سکتا۔

إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ (پ۴۔ ال عمران ع۱۷)

اگر اللہ تمہارا ساتھ دے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو پھر تمہاری اور کوئی مدد کو نہیں آسکتا۔

وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ (ال عمران ع۱۷)

واقعہ تو یہ ہے کہ فتح ہے تو صرف وہی فتح ہے جو اس کی طرف سے ہوتی ہے۔

وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (ال عمران ع۱۳)

اصلی اور سچا دوست بھی وہی ہے اور بہترین مددگار بھی وہی ہے۔

بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ (ال عمران ع۱۶)

لیکن اللہ کی طرف سے نصرت اور تائید صرف ان کو حاصل ہوتی ہے جو خدا کے دین کی مدد کرتے ہیں مخلص عمل ہیں کتاب و سنت کے حامل اور صبر و ثبات کا نمونہ ہوتے ہیں۔ دورِ حاضر میں عموماً مسلم پریشان ہیں، دشمنانِ دین کے...... ہاتھوں بھی اور مدعیانِ اسلام کے ہاتھوں بھی۔ مگر افسوس! دکھ دین کے نام پر سہتے ہے حالانکہ ان کی زندگی کے شب و روز ننگِ دین ہوتے ہیں، دین کا نام لے کر دکھ سہنا کوئی معنی نہیں رکھتا، جب تک اس کی اپنی زندگی اسلام کا نمونہ نہ ہو۔

دنیا کا یہ میدانِ ابتلاء اور محن کا میدان ہے، جب جان پہ بن جاتی ہے تو کوئی کسی کے کام نہیں آتا۔ اگر آتا ہے تو صرف وہی جس سے کوئی نسبت ہوتی ہے۔ دینِ حق اور خدا سے جن کا تعلق گہرا ہوتا ہے، اللہ اپنے ان وفا شعار دوستوں کو کبھی بھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔ ان کی مدد کرتا ہے اور کامیاب مدد فرماتا ہے۔ اس لیے آپ پہلے اس حیثیت سے اپنا جائزہ لیں کہ کیا آپ نصرتِ الٰہی کے حق دار ہیں بھی کہ نہیں؟ اگر ہیں تو پھر ہمت نہ ہاریے۔ اللہ کی نصرت بس آئی سو آئی۔ ان شاء اللہ۔

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا (یوسف ع۱۲)

ورنہ اپنے اندر استحقاق کے لیے استعداد پیدا کریں، ان شاء اللہ خدا کی نصرت سے محروم نہ رہیں گے۔


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



التفسیر والتعبیر

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو محدث جلد ۷، عدد ۸)

مولانا عزیز زبیدی۔

# سُوْرَۃُ بَقَرَۃ (قسط ۲۱)

کچھ عرصہ سے ہم نے محدث میں التفسیر والتعبیر کے کالموں میں قرآن کریم کی مسلسل تفسیر روک کر الکتاب والحکمۃ کے عنوان سے مناسب احوال قرآنی آیات کے درس کی اشاعت شروع کر دی تھی کیونکہ التفسیر والتعبیر کی پاروں کی صورت میں اشاعت کا پروگرام تھا لیکن محترم مولانا عزیز زبیدی صاحب کی ناسازئی طبع اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے یہ کام تیزی سے جاری نہ رہ سکا لہٰذا ہم قارئین کو کسی مزید انتظار میں رکھے بغیر پھر سے یہ سلسلہ شروع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ

اے بنی اسرائیل! ہمارے وہ احسانات یاد کرو جو ہم تم پر کر چکے ہیں اور اس بات کو بھی کہ

وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ[1] عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ۝

ہم نے تم کو دنیا جہان کے لوگوں پر فوقیت دی

---

[1] اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ (میں نے تمہیں فوقیت دی) وہ خاص فضیلت اور فوقیت کیا تھی جو اپنے زمانہ میں ان کو حاصل رہی ہے؟ کہتے ہیں وہ دولت کی فراوانی تھی، کچھ بزرگوں نے فرمایا: وہ سیاسی برتری تھی، ایک گروہ کا خیال ہے کہ ان کی کثرتِ آبادی اور نسل کا پھلنا پھولنا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان سب کے مجموعہ کو فضلِ ربی کہا گیا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اعزاز اور فوقیت کے مندرجہ بالا نمونے، صرف ضمنی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ عموماً وہ ایمان و عمل صالح کے قدرتی نتائج کا حاصل ہیں یا از قسم استدراج کی بات ہے۔ اصل برتری، فوقیت اور سرفرازی جس کا ذکر حق تعالیٰ نے خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے وہ "حق تعالیٰ کی نمائندگی" کا اعزاز اور سرفرازی ہے کہ دولتِ توحید کا ان کو وارث بنایا



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



اور پھر ایمان و عمل کی صالح نمائندگی کا اعزاز بھی ان کو بخشا ـــــ اس لیے حضرت اسحاق علیہ السلام کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک، جو طویل عرصہ تک صرف انہی کے ساتھ مخصوص رہی ہے، باقی رہی اقتدار یا دھن دولت اور دوسرے مادی انعامات کی بات؟ سو یہ دعوے سے کوئی نہیں کہہ سکتا، کہ وہ دوسری اور کسی قوم کو ان کے عہد میں حاصل نہیں رہی۔

ایمانی فضل و کرم، وراثت اور نمائندگی ہی اصل قابلِ رشک امور ہیں، جب دنیا داروں اور جاہ و ثروت کے ماروں نے اہل ایمان کا مذاق اڑایا تو حق تعالیٰ نے کہا کہ مذاق نہ اڑاؤ، دراصل تم کو ایک آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے، باقی رہے ایمان؟ سو ہم نے ان پر ہی اپنا فضل کیا ہے۔ یعنی ایمان نصیب کیا ہے۔

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ (انعام رکوع ۶)

"اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ایک دوسرے سے آزمایا تاکہ (متمول لوگ غریبوں کو دیکھ کر) یہ کہنے لگیں کہ کیا یہی ذلیل لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے (اسلام کی توفیق دے کر) اپنا فضل کیا ہے۔

اسلام اور ایمان کو اللہ نے اپنا فضل و کرم کہا ہے۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (پ۲۶۔ حجرات ع۲)

رسالت کو بھی اللہ نے اپنا فضل اور احسان کہا ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (پ۱۳۔ ابراہیم ع۲)

پوری قوم بنی اسرائیل ایک طویل عرصہ تک اس دینی قیادت پر فائز رہی ہے، اس اعزاز کے لیے اس قوم کا انتخاب اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم تھا۔ بس اب پھر انہیں اس مقام و مرتبہ کا تصور دلا کر ممنون کیا جا رہا ہے کہ یہ اللہ کی دین ہے۔ اگر سوچو تو یہ منصب اب بھی تم سے چھینا نہیں گیا بلکہ آپ کے خاندان کے ایک دوسرے فرد کو اس پر سرفراز کیا گیا ہے۔ تمہیں اب ان کی مخالفت کے بجائے ان کا احترام کرنا چاہیے۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان پر دوسرے افضال والطاف کی



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ

اور تم اس دن (یعنی روزِ قیامت) سے ڈرو جس دن کوئی شخص، کسی شخص کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ اس کی طرف

مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

سے (کسی کی کوئی) سفارش قبول ہو گی اور نہ اس سے (کسی طرح کا) کچھ معاوضہ لیا جائے گا اور نہ لوگوں کو (کہیں سے) کچھ مدد مل سکے گی۔

---

بارش نہیں ہوئی، ہوئی ہے، اللہ نے بھی ان کا ذکر کیا ہے۔ لیکن دینی قیادت چیزے دیگرے! دوسری نعمتیں، احسان اور فضل و کرم اور نوازشات کی باتیں تو ہو سکتی ہیں لیکن تمام اقوامِ عالم پر فوقیت کا موجب نہیں ہو سکتیں، کیونکہ کم و بیش وہ دوسروں کو بھی حاصل رہی ہیں، اگر کوئی دولت نایاب ایسی ہے۔ جو بلا استثناء تمام اقوامِ عالم کے مقابلے میں پیش کی جا سکتی ہے تو وہ یہی دینی قیادت کی سرفرازی ہے، جو ایک طویل عرصہ تک ان کو حاصل رہی ہے۔ بس وہ یہی برتری ہے، جس کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔

۲ يَوْمًا (دن، زمانہ اور وقت، زمانہ ایک دن کا ہو یا سال، یا صدیوں کا) اس آیت میں جس یوم کا ذکر ہے وہ یوم، یوم قیامت ہے۔ وہ دن کیسا ہو گا؟ یہاں پر اس کا ایک مختصر سا تعارف دیا گیا ہے کہ اس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، سفارش، معاوضہ یا مدد، کچھ بھی وہاں ممکن نہیں رہے گا۔ وہاں عمر کی کھیتی کا حاصل ملے گا، وہ بونے کا وقت نہیں ہو گا، یہاں سے کچھ کر کے جاؤ، وہاں کوئی کچھ نہیں دے گا، وہاں ایمان اور عمل صالح کی پونجی کام آئے گی، رشوت کام نہیں دے گی، اپنے کیے کا پھل تو مشاہدہ ہو سکے گا لیکن وہ کرنے کترنے کا وقت نہیں ہو گا۔ وہاں کاروبار نہیں ہو گا۔ کارہائے زندگی کا میٹھا کڑوا پھل چکھنے کی وہ گھڑی ہو گی۔ اس لیے کل کیلئے ابھی سے کچھ سوچ لیجیے، کچھ کر لیجیے اور کچھ بنا لیجیے۔ قرآن نے اس 'عظیم یوم' کا تعارف مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے اور اس کے ان گنت خصائص کا ذکر فرمایا ہے۔

صور پھونکنے کے بعد یہ دن طلوع ہو گا۔ ایک مخصوص صور پھونکا جائے گا۔ جس کے بعد قیامت کا یہ دن برپا ہو جائے گا۔

فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوْرِ (مدثر ع ۱)

---

magazine.mohaddis.com


دو بار صور پھونکا جائے گا۔ جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو آسمان و زمین کی ہر شے پر موت کی بے ہوشی طاری ہو جائے گی۔ اور اب وہ غش کھا کر مرجائیں گے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (پ ۲۴ - الزمر ع ۷)

پہاڑ اور زمین ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ پہلے صور پھونکنے پر پہاڑ اور زمین ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ وَّحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً۔

آسمان شق ہو جائیں گے۔ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ (سورۃ الحاقۃ پ ۲۹ ع ۱)

وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا (پ ۳۰ - نبا ع ۱)

پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا۔ اس کے بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب جی اٹھیں گے۔

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ (الزمر ع)

اب سب رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ اب اٹھ کھڑے ہوں گے مگر کوئی کسی کا رشتہ دار نہیں بنے گا اور نہ کوئی ایک دوسرے سے بات کرے گا کیونکہ سب کو اپنی پڑی ہوگی۔

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینهم یومئذ ولا یتساءلون (پ ۱۸ - مومنون ع ۶)

ہاں بولیں گے تو حسرت سے بولیں گے اور محض اس کی اجازت سے،

يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا (طٰہٰ ع ۵)

لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ (پ ۱۲ - ھود ع ۹)

اس دن صرف خدا کی حکومت ہوگی۔ اس دن کوئی دم نہیں مار سکے گا، حکمرانی صرف اللہ کی ہوگی۔

وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ (پ ۷ - الانعام ع ۹)

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (پ ۱۷ - الحج ع ۷)

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (مومن ع ۲)

اس دن اللہ کی ذات خود ہی عدالت اور کھلی کچہری لگائے گی۔


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com


يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيهِ (مومن ع)

سر جھکائے دوڑ رہے ہوں گے۔ اس دن سب کا سر جھکا ہوگا، آنکھیں نیچی کیے مخصوص مرکز کی طرف دوڑیں گے۔

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ (القمر ع)

رب کی طرف دوڑیں گے۔ دربارِ الٰہی میں پیش ہونے کو سب ادھر کو دوڑ رہے ہوں گے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ (یٰس ع)

دو فرشتے ان کو لے چلیں۔ مَعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ (ق ع)

اس دن سب جمع ہوں گے۔ از اول تا آخر سب اس دن جمع کر دیے جائیں گے، کوئی بھی غیر حاضر نہیں رہ سکے گا۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ (پ ۲۹ - مرسلات ع)

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ (آل عمران ع)

اس دن بات کرنے کی ہمت نہ ہوگی۔ اس دن بڑے بڑے شاطروں اور زبان آوروں کی زبانیں بھی گنگ ہو جائیں گی۔

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ (پ ۲۹ - مرسلات ع)

سودا بازی یا دوستی نہیں چلے گی۔ اس دن کا روبار ہوگا نہ کوئی سودا بازی، دوستی چلے گی اور نہ کوئی سفارش۔

يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ (بقرہ ۳۴)

يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ (ابراھیم ع)

کوئی معذرت یا انکار نہیں بن پڑے گا۔ وہاں اب کوئی معذرت کام نہیں آئے گی، کیونکہ معذرت کے معنی آئندہ محتاط رہنے کے ہیں۔ وہاں محتاط یا غیر محتاط رہنے کا وقت ہی ختم ہوگا اسی طرح خدا کو راضی کرنے کا ٹائم بھی نہیں رہے گا۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ (پ ۲۱ - روم ع)

معذرت کجا، اس کی ان کو اجازت بھی نہیں ملے گی۔

وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ (مرسلات ع)

نہ ہی مکرنے کی کوئی سبیل ہوگی اور نہ کوئی دوسرے جائے پناہ ملے گی۔ نہ ہی اس دن جزا


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com


اور سزا میں کوئی توقف یا مہلت کی کوئی گنجائش ہوگی۔

یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ (پ ۲۵ ۔ الشوری ۲۵)

یہ بہت سی مشکل گھڑی ہے ۔ یہ گھڑی قیامت کی گھڑی ہوگی اور سخت مشکل۔

فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ (پ ۲۹ ۔ مدثر ع ۱)

کلیجے منہ کو آئیں گے ۔ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ (مومن ع ۲)

منحوس دن ۔ اکثریت کے لحاظ سے وہ دن بڑا منحوس دن ہوگا ۔

يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ (الحج ع ۷)

ہمہ گیر دن ۔ یہ دن ایسا ہمہ گیر ہوگا کہ کوئی بھی شخص اس کی لپیٹ سے بچ نہیں سکے گا ۔

اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ (هود ع ۸)

یہ یوم، یوم مشہود ہے ۔ اس دن رب کے حضور سب حاضر کیے جائیں گے، اور کوئی بھی شخص غائب نہیں ہوگا اور وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ بھی کرے گا۔

وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ (پ ۱۲ ۔ هود ع ۹)

وہ ہار جیت کا دن ہوگا ۔ اس دن کچھ لوگ جیت جائیں گے اور کچھ بدنصیب ہار بیٹھیں گے۔

ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ (پ ۲۸ ۔ التغابن ع ۱)

بگڑے ہوئے چہروں کا دن ۔ جب وہ دن آئے گا تو سب کے منہ بنے ہوں گے ۔ سخت مضطر اور کریہہ المنظر ہوں گے ۔ يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا (دھر ع ۱)

بعض چہرے سیاہ اور بعض چمکتے ہوں گے :

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (آل عمران ع ۱۱)

یوں جیسے ان پر گرد پڑی ہو اور سیاہی چھا رہی ہوگی ۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ○ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (عبس ع ۱)

بعض روشن اور چمکتے ہوں گے :

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ (عبس ع ۱)،

کالی کلوٹی رات کی طرح سیاہ اور ڈراؤنے ہوں گے ۔

كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا (یونس ۔ ع ۳)

ان کے چہروں کو آگ لگی ہوگی :


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



وَتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ (ابراهیم ع)

اور وہ ان کو جھلستی ہوگی:

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ (المومنون ع)

ان کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈالا جائے گا"

فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ (النمل ع)

اس دن کباب کی طرح دوزخ کی آگ میں ان کے چہروں کو الٹ پلٹ کر بھونا جائے گا:

(اَللّٰهُمَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ) يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ (احزاب ع)

ایک طبقے کا حشر ہی منہ کے بل ہوگا:

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ (بنی اسرائیل)

آگ میں ان کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا:

يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ (قمر)

اور یوں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے کیونکہ دنیا میں حق کے سلسلے میں ان کا تعامل کچھ ایسا ہی تھا:

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا (بنی اسرائیل ع)

**ملاقات کا دن۔** اس دن کا نام "یوم التلاق" بھی ہے کیونکہ سبھی قسم کے لوگوں کی ایک دوسرے سے ملاقات ہو جائے گی:

لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ (مومن ع)

**روز قریب۔** اس دن کا نام "یوم الآزفة" (روزِ قریب) بھی ہے۔ کیونکہ یقینی ہے خاص کر مرنے کے بعد اس کے دروازے پر انسان پہنچ ہی جاتا ہے۔ جو ظاہر ہے کہ یہ گھڑی ہر وقت سر پر منڈلا رہی ہے:

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ (پ ۲۴۔ المومن ع ۲)

**یوم حسرت۔** اسی کا نام یوم حسرت بھی ہے کیونکہ بدلوگ تو حسرت کریں گے ہی۔ نیک بھی پچھتائیں گے کہ کاش! اور نیکی کی ہوتی:

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ (پ ۱۶۔ مریم ع ۲)

**یوم الخروج۔** اس دن کا نام یوم الخروج بھی ہے کیونکہ نفخ صور کے بعد سب لوگ قبروں سے



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



نکل کھڑے ہوں گے۔

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ (پ ۲۶ - ق ع ۳)

یومُ الخلود۔ اسی کا نام "یَوْمُ الْخُلُوْدِ" (ہمیشگی کا دن ۔ لازوال اور غیر فانی دن) کیونکہ اب اُٹھ کر پھر مرنا اور فناہ ہونا نہیں ہوگا۔ دوزخی، دوزخ میں اور جنتی جنت میں سدا رہیں گے۔

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ (پ ۲۶ - ق ع ۳)

یوم الدّین ۔ چونکہ اس دن سب کے لیے جزا و سزا کا حکم سنایا جائے گا، اس لیے اس کا نام یوم الدین (روزِ جزا) بھی ہے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (فاتحہ)

یوم فصل۔ اس دن فیصلے کیے جائیں گے اور نیک و بد الگ الگ ہو جائیں گے۔ اس لیے اس دن کا نام "یوم الفصل" بھی ہے۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ (مرسلات - ع ۱)

لیڈری کا دن ۔ دنیا میں جو شخص شر، بدی اور بد لوگوں کا لیڈر رہو گا، قیامت میں بھی وہ اسی شان سے اپنے حلقۂ اثر کے لوگوں کو لے کر دوزخ میں جائے گا۔

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (پ ۱۲ - ھود ع ۹)

کیونکہ ایسے بد رہنما اور لیڈر لوگوں کو قیامت میں اپنے گناہوں کے علاوہ اپنے زیرِ اثر لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھانا ہوگا۔

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ (نحل ع ۳)

یہ بوجھ بہت بھاری بوجھ ہوگا اور بہت برا۔

مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا (طٰہٰ ع ۵)

بلکہ جو، جس اور جیسے شخص کے پیچھے چلے گا، اس کو اس کی ہی قیادت میں سامنے لا کھڑا کیا جائے گا۔ بھلا ہوگا تو بھلا، برا ہوگا تو بُرا۔

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ (پارہ ۱۵ - بنی اسرائیل - ع ۸) (باقی آئندہ)

محدث کے سلسلہ میں انتظامی امور کے متعلق جملہ خط و کتابت یا شخصی طور پر ملنے کے لیے بالائی منزل میسرز حافظ عبدالوحید اینڈ برادرز رام گلی نمبر ۲ لاہور تشریف لائیے۔ فون نمبر ۶۴۲۱۰



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



الستنۃ والحدیث

عزیز زبیدی۔

# آخرت کے انجام کا آنکھوں دیکھا حال

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالیٰ علیه وسلم إِذَا صَلّٰی صَلٰوۃً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَأَى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ فَإِنْ رَأَى أَحَدٌ قَصَّهَا فَيَقُولُ مَا شَاءَ اللهُ فَسَأَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَأَى مِنْكُمْ أَحَدٌ رُؤْيَا قُلْنَا لَا۔ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخَذَا بِيَدَيَّ فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهٖ ..... كَلُّوبٌ مِنْ حَدِيدٍ يُدْخِلُهُ فِي شِدْقِهٖ حَتَّى يَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهُ هٰذَا فَيَعُودُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ

فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلٰى قَفَاهُ وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِهٖ بِفِهْرٍ أَوْ صَخْرَةٍ فَيَشْدَخُ بِهَا رَأْسَهُ فَإِذَا ضَرَبَهُ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهُ فَلَا يَرْجِعُ إِلٰى هٰذَا حَتّٰى يَلْتَئِمَ رَأْسُهُ وَعَادَ رَأْسُهُ كَمَا هُوَ فَعَادَ إِلَيْهِ فَضَرَبَهُ قُلْتُ مَنْ هٰذَا! قَالَا انْطَلِقْ

فَانْطَلَقْنَا إِلٰى نَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادُوْا يَخْرُجُوْنَ فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِيهَا وَفِيهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ. فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَ انْطَلِقْ

فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلٰى وَسَطِ النَّهَرِ۔ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَاهُ الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَ انْطَلِقْ

فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا إِلٰى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فِيهَا شَجَرَةٌ عَظِيمَةٌ وَفِي أَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِبْيَانٌ وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوْقِدُهَا فَصَعِدَا بِي



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com


فِي الشَّجَرَةِ فَاَدْخَلَانِي دَارًا لَمْ اَرَ قَطُّ اَحْسَنَ وَاَفْضَلَ مِنْهَا فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصِبْيَانٌ ثُمَّ اَخْرَجَانِي مِنْهَا فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ اَحْسَنُ وَاَفْضَلُ فِيْهَا شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ ۔

قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ فَاَخْبِرَانِي عَمَّا رَاَيْتُ قَالَا نَعَمْ!

اَمَّا الَّذِي رَاَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكِذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْآفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

وَالَّذِي رَاَيْتَهُ يُشْدَخُ رَاْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

وَالَّذِي رَاَيْتَهُ فِي الثَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ

وَالَّذِي رَاَيْتَهُ فِي النَّهْرِ اٰكِلُوا الرِّبٰوا

وَالشَّيْخُ الَّذِي فِي اَصْلِ الشَّجَرَةِ اِبْرَاهِيْمُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهُ فَاَوْلَادُ النَّاسِ۔

وَالَّذِي يُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ۔

وَالدَّارُ الْاُوْلٰى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ وَاَنَا جِبْرَائِيْلُ وَهٰذَا مِيْكَائِيْلُ فَارْفَعْ رَاْسَكَ فَرَفَعْتُ رَاْسِي فَاِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابِ قَالَا ذٰلِكَ مَنْزِلُكَ فَقُلْتُ دَعَانِي اَدْخُلْ مَنْزِلِي قَالَا اِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ اَتَيْتَ مَنْزِلَكَ (بخاری۔ کتاب الجنائز)

ترجمہ۔ حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول تھا جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو ہماری طرف منہ کر کے فرماتے: کیا آپ میں سے کسی نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے۔ حضرت سمرہؓ کہتے ہیں اگر کسی نے کچھ دیکھا ہوتا (تو) بیان کرتا۔ تو جو اللہ کو منظور ہوتا آپ بھی (تعبیر) بتاتے۔ ایک دن (پھر) ہم سے پوچھا اور فرمایا کہ کیا آپ میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے، ہم نے کہا، نہیں!

۱۔ گدی تک چیر ڈالتا ہے۔ فرمایا لیکن میں نے آج کی رات دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے "ارض مقدس" کی طرف لے گئے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ:

ایک آدمی بیٹھا ہے اور دوسرا کھڑا ہے، اس کے ہاتھ میں لوہے کا زنبور ہے، اسے اس کے جبڑے میں ڈال کر (اسے چیرتے ہوئے) اس کی گدی تک لے جاتا ہے، پھر یہی معاملہ


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



اس کے دوسرے جبڑے کے ساتھ کرتا ہے اور وہ جبڑا پھر مل جاتا ہے، پھر اس کے ساتھ مکرر وہی معاملہ کرتا ہے، میں نے پوچھا یہ کیا (معاملہ) ہے؟ ان دونوں نے کہا آگے چلیے۔

۲۔ اس کا سر توڑا جاتا ہے۔ چنانچہ ہم آگے چل پڑے، یہاں تک کہ ایک ایسے شخص پر آدھکے جو چت لیٹا ہوا ہے اور دوسرا سر پر پتھر لیے کھڑا ہے اور اس سے اس کا سر پھوڑتا ہے جب وہ اسے مارتا ہے تو پتھر لڑھک جاتا ہے، پھر وہ اسے لینے کے لیے اس کی طرف جاتا ہے اور اس کے آتے آتے اس کا سر پھر مل جاتا ہے، جیسا پہلے تھا، اب ویسا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ لوٹ کر آتا ہے اور اسے مارتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا (قصہ ہے)؟ جواب دیا آگے چلیے!

۳۔ آگ کا گڑھا۔ چنانچہ ہم چل پڑتے ہیں یہاں تک کہ ہم ایک تنور جیسے گڑھے پر جا پہنچے جس کا منہ تنگ اور نیچے سے کشادہ ہے، اس کے نیچے آگ جل رہی ہے، جب وہ (آگ) کنارے کے قریب آتی تو (اس میں پڑے ہوئے لوگ) اتنے اُوپر آ جاتے کہ نکلنے کے قریب آ جاتے، لیکن جب وہ دھیمی پڑ جاتی تو وہ (لوگ) بھی نیچے لوٹ کر آ جاتے، اس میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں تھیں۔ اب پھر میں نے پوچھا کہ یہ کیا (ماجرا) ہے؟ وہ بولے آگے چلیے۔

۴۔ خون کی نہر میں غوطے۔ چنانچہ ہم پھر آگے چل پڑے، یہاں تک کہ ہم ایک خون کی ندی پر پہنچے (دیکھا کہ) اس میں ایک شخص کھڑا ہے اور نہر کے کنارے (یا وسط) میں ایک اور شخص کھڑا ہے، اس کے سامنے پتھر پڑے ہیں، جو شخص ندی کے اندر تھا وہ جب باہر نکلنے کے لیے آگے بڑھتا ہے تو دوسرا شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا ہے، اور اسے اسی طرف پھر دھکیل دیتا ہے، جہاں وہ تھا۔ (اسی طرح) جب کبھی وہ باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے (تو) وہ اس کے منہ پر پتھر دے مارتا ہے۔ چنانچہ وہ وہیں لوٹ کر آ جاتا ہے، جہاں وہ تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ یہ کیا (قصہ) ہے۔ وہ بولے آگے چلیے!

۵۔ باغیچے میں ایک بزرگ۔ پھر ہم رواں ہو گئے، یہاں تک کہ جب ہم ایک سبز باغیچے پر پہنچے، جس میں ایک بڑا درخت تھا اور اس کے تنہ کے پاس ایک بزرگ بابا اور (ان کے آس پاس) بچے ہیں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک اور شخص ہے جو درخت کے قریب ہے، ان کے سامنے آگ ہے اسے وہ جلا رہا ہے، چنانچہ وہ دونوں مجھے اس درخت پر چڑھا کر لے گئے اور مجھے ایک ایسے مکان میں لے گئے جس سے زیادہ حسین اور عمدہ میں نے کبھی نہیں دیکھا، اسی میں بوڑھے اور جوان تھے۔



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com


کچھ بتاؤ بھی ۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ نے مجھے رات بھر پھرایا ہے تو جو کچھ میں نے دیکھا ہے ۔ وہ بتاؤ کہ وہ کیا ہے ؟ انھوں نے کہا کہ بہت اچھا۔

۱ ۔ وہ جھوٹے لوگ تھے ۔ سو وہ جو آپ نے دیکھا تھا کہ اس کا جبڑا چیرا جا رہا تھا وہ جھوٹا شخص ہے جو جھوٹ بولا کرتا تھا اور یہ جھوٹ اس سے روایت ہو کر چار دانگ عالم پھیل جاتا، اس لیے اس کے ساتھ یہ معاملہ قیامت تک ہوتا رہے گا۔

۲ ۔ وہ عالم بے عمل تھا۔ اور وہ شخص جو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس کا سر پھوڑا جاتا ہے سو وہ یہ شخص ہے، جس کو اللہ نے قرآن سکھایا مگر رات بھر سو کر گزار دیتا اور دن بھر اس پر کوئی عمل نہیں کیا کرتا تھا اس لیے قیامت تک اس کو یہی سزا دی جاتی رہے گی۔

۳ ۔ وہ بدکار تھے ۔ اور وہ جو آپ نے آگ کے گڑھے میں دیکھا تھا وہ بدکار لوگ تھے۔

۴ ۔ وہ سود خور تھے ۔ وہ شخص جس کو آپ نے نہر میں دیکھا تھا وہ سود خور ہیں۔

۵ ۔ وہ بابا حضرت ابراہیم تھے ۔ وہ بابا جو درخت کے تنے کے پاس تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور جو بچے ان کے ارد گرد تھے وہ لوگوں کے (کم سن) بچے تھے۔ اور جو صاحب آگ سلگا رہے تھے وہ مالک دوزخ کا داروغہ ہے۔

اور وہ پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے تھے وہ عام مسلمانوں کا گھر ہے۔

اور یہ (دوسرا) احاطہ (مکان) وہ دارالشہداء ہے اور میں جبرائیل ہوں اور وہ میکائیل۔

آپ اپنا سر (مبارک) اوپر کو اٹھائیے! چنانچہ میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابر کی طرح کی کوئی شے میرے اوپر تھی، انھوں نے کہا کہ وہ آپ کی رہائش گاہ ہے، اس پر میں نے کہا کہ: تو مجھے چھوڑیے تاکہ میں اس میں داخل ہوں، انھوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر باقی ہے جسے آپ نے ابھی مکمل نہیں کیا۔ اگر اسے پورا کر چکے ہوتے تو اپنے مکان میں آجاتے۔

تشریح ۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک خواب بیان فرمایا ہے۔ لیکن انبیاء کے خواب اور بیداری کی باتیں یکساں ہوتی ہیں ۔ اضغاث احلام (پراگندہ خواب) نہیں ہوتے کیونکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پوری زندگی سراپا حق ہوتی ہے ۔ اس میں خواب اور بیداری کا کوئی امتیاز نہیں ہے بلکہ ان کا سراپا اس قدر حق و صداقت کی چٹان ہوتا ہے۔ کہ باطل کے انتزاع کے لیے ان کی مبارک زندگی میں کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ۔ انبیاء جو خواب دیکھتے ہیں وہ بھی سچ ہوتا ہے ۔ اگر کوئی انھیں ہو بہو خواب میں دیکھے تو وہ بھی حق اور


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



پر سچ ہوتا ہے۔ کیونکہ باطل کے لیے یہ ناممکن ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیے کی نقالی کر سکے۔

بعض سزاؤں کے ذکر میں کہا گیا ہے کہ

سزا کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اس سے برزخی جزا و سزا پر روشنی پڑتی ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ برزخ ایک خاموش وقفہ اور پیریڈ ہے، وہاں بے خبری اور بے حسی طاری ہے۔ اس سے ان کی تردید ہوتی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ اس جزا و سزا کا تعلق کس سے ہے، جسم سے، روح سے یا دونوں سے؟ اس مخمصہ میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ عالمِ برزخ میں مثلاً زید جیسے کہتے ہیں یا جیسا وہ مشخص ہوتا ہے، جزا و سزا اسے ہوتی ہے۔

باچھیں چیر کر گدی تک زنبور کی سزا، صورتِ حال کے عین مطابق ہے، کیونکہ ایسا متصنع آدمی اسی طرح تبکلف باتیں بناتا ہے اور باچھیں پھلا پھلا کر لوگوں کو جھوٹ پر مطمئن کرنے کی سعی کرتا ہے۔

ہم نے دیکھا ہے کہ اس مرض میں "واعظ سیاسٹین سوء" سب سے زیادہ مبتلا ہوتے ہیں دوسرے نمبر پر "متعصب فرقہ پرست لوگ" ان لوگوں کی وجہ سے بہت سے جھوٹ عوام میں "دین" بن گئے ہیں۔ خاصکر حضور کی طرف جھوٹی روایات کا انتساب بہت بڑی رندی اور آخرت کی جوابدہی سے بے خوفی کی بات ہے۔

باقی رہے "بے عمل علماء"؟ یقین کیجیے! یہ منصب جس قدر عظیم منصب ہے، اسی قدر انجام کے لحاظ سے ان کے لیے یہ منصب حد درجہ کا فتنہ اور وبال بھی ہے۔

بدکاروں کے لیے تنگ منہ والا آگ کا گڑھا دراصل ان چوروں کی تنگ و تاریک خلوتوں کا ایک مکروہ منظر ہے۔

خون کی نہر میں سود خور کے غوطے اور اس پر پتھروں کی بارش، اس امر کی غماز ہے کہ ہر سود خور، مقروض کا ناحق خون کرتا اور اس کا خون پیتا ہے اور لوگوں کی نگاہ میں مغضوب ہوتا ہے۔

حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بچوں کا منظر دراصل یہ بتاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام "دینِ حنیف" کے عظیم داعی تھے اور انہی کا پیش کردہ دین، دینِ فطرت



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



بھی ہے۔ جو بچے بلوغت سے پہلے اللہ کو پیارے ہو جاتے ہیں، ان کو "دینِ فطرت" پر تصور کیا گیا ہے۔ اس لیے ان کو اس "عظیم بزرگ اور بابا" کے گرد جمع کر دیا گیا ہے۔ جو دینِ فطرت کے عظیم داعی تھے۔

بطور معائنہ یا مشاہدہ بہشت میں گزر ہونا اور بات ہے لیکن بطور "صلہ" بہشت کے کسی گوشہ میں قدم رکھنا آخرت سے پہلے جائز نہیں ہے خواہ وہ عظیم ہستی ہی کیوں نہ ہو، جس کے بغیر بہشت کا دروازہ بھی وا نہ ہوگا۔

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ پورا عالم آب و گل اور دنیا کی تمام قدریں اور اعمال، اپنا ایک تمثل رکھتے ہیں جو برزخ اور آخرت میں ہو بہو متشخص ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔ جن امور کو ہم ایک "معنی" تصور کرتے ہیں، آخرت میں وہ بھی ایک مرئی پیکر میں آپ کے سامنے جلوہ گر ہوں گے، جزا و سزا دراصل خارج سے کسی پر مسلط نہیں کرے گا بلکہ وہ شے انسان کے خود اندر سے اُبھر کر اس میں چھا جائے گی یا اس کا بالکل قدرتی ردِّ عمل ہوگا اس لیے آپ نے پڑھا یا سنا ہوگا کہ قیامت میں یا برزخ میں بہشت کے انعامات اور دوزخ کے عذاب میں بلا کا تنوع اور تفاوت ہوگا، یہ تفاوت اور تنوع دراصل انسانی اعمال کے معنوی خواص کے تنوع کا نتیجہ ہے۔

جہاں بعض خواب اضغاث احلام اور گندم بنجار کی حیثیت رکھتے ہیں، وہاں صحیح واقعات کا عکس اور فوٹو بھی ہوتے ہیں —— غالباً اس میں انسان کی شخصی افتادِ طبع، خصوصی مزاج اور سنجیدگی کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ جو لوگ بیداری میں جس "قدر سنجیدہ اور متین" ہوتے ہیں ان کے خوابوں میں اتنی ہی واقعیت کا عنصر زیادہ شامل ہوتا ہے۔ چونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس باب میں سب سے بڑھ کر سنجیدہ اور پاکیزہ ہوتے ہیں اس لیے ان کے خواب بھی "جھوٹ" کے ہر شائبہ سے منزہ ہوتے ہیں۔ اس لیے خوابوں کی تعبیر میں بھی ان کو منفرد مقام حاصل ہے۔

چونکہ نیکوں کے خواب عموماً ایک کیمرے کی حیثیت رکھتے ہیں جس میں بعض اوقات واقعات کی تصویر منعکس ہو جاتی ہے اس لیے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے خوابوں کے آئینے میں جھانکنے میں دلچسپی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ مناسب اقدامات کے لیے غور کیا جا سکے اور جو چیزیں معاشرہ کی صلاح و فلاح سے تعلق رکھتی ہیں، ان سے ان کو بھی آگاہ کیا جا سکے۔

---



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



دارالافتاء

# استفتا

زید ایک پیدائشی مجنونہ لڑکی سے اس کے والدین کی اجازت سے نکاح کر لیتا ہے نکاح کے بعد بھی لڑکی کی حالت بدستور پہلے جیسی ہے۔ زید امامت کے فرائض بھی سرانجام دے رہا ہے۔

مقتدی معترض ہیں کہ امام کی بیوی مجنونہ ہے اور وہ ایسی حرکات کرتی ہے جو شرم و حیا سے خالی ہیں بلکہ مقتدی متنفر ہیں۔ کیا ان حالات میں زید کا نکاح جائز ہے؟

نیز زید شرعاً امامت پر فائز رہ سکتا ہے۔

مستفتی سید الطاف حسین شاہ

## الجواب

جب مجنونہ لڑکی کے والد نے نکاح کر دیا ہے تو نکاح تو بہرحال ہو گیا، گو نیک انسان کو بدکار سے نکاح نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن مجنونہ کو بدکار کہنا ہی بے جا ہے کیونکہ وہ مکلف ہی نہیں ہے۔

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثَۃٍ عَنِ الْمَجْنُوْنِ الْمَغْلُوْبِ عَلٰی عَقْلِہٖ حَتّٰی یَبْرَأَ الحدیث

(احمد، ابوداؤد عن علی و عمر)

ویسے بھی نکاح سے پہلے یا بعد میں جو زنا سرزد ہو جاتا ہے، اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑتا۔

لَا یُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ (ابن ماجہ عن ابن عمر و بیہقی عن عائشۃ

بعض ناگزیر مجبوریوں کی وجہ سے بسا اوقات یہ کڑوے گھونٹ برداشت کرنے پڑ جاتے ہیں۔

جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فَقَالَ اِنَّ عِنْدِیْ امْرَأَۃً ھِیَ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ وَھِیَ لَا تَمْنَعُ یَدَ لَامِسٍ قَالَ طَلِّقْھَا قَالَ لَا اَصْبِرُ عَنْھَا قَالَ اسْتَمْتِعْ بِھَا (رواہ ابوداود والنسائی)

اس کے باوجود جو شخص اس حد تک دیکھ کر قناعت کر لیتا ہے، وہ قابلِ ذکر شخص نہیں


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



ہو سکتا، اسلامی زبان میں اس کو "دیوث" کہا جاتا ہے، اس کے بارے میں حضور کا ارشاد ہے کہ، ایسے شخص جنت میں نہیں جا سکیں گے۔

ثَلٰثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ الْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ وَالدَّيُّوثُ وَالرَّجِلَةُ (رواہ النسائی والبزار قال المنذری واللفظ له باسنادین جیدین)۔

کیونکہ اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔

ثَلٰثَةٌ حَرَّمَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ وَالدَّيُّوثُ الَّذِي يُقِرُّ الْخَبَثَ فِي أَهْلِهِ (احمد)

باقی رہی ایسے کی امامت؟ سو اگر اس کے نمازی اس سے مطمئن نہیں ہیں تو اس کو خود بخود الگ ہو جانا چاہیے کیونکہ اس کی اپنی نماز قبول نہیں ہوتی، دوسروں کی کیا ہو گی؟

ثَلٰثَةٌ لَا تَرْتَفِعُ صَلَاتُهُمْ فَوْقَ رُؤُوسِهِمْ شِبْرًا رَجُلٌ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ (ابن ماجہ عن ابن عباس واللفظ للترمذی عن ابی امامۃ)

خاص کر جو طبقہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہے، اس کے لیے اندیشہ ہے کہ ان کی نماز ہی ضائع ہو جائے، کیونکہ ان کے نزدیک مقتدیوں کی نماز امام کی نماز پر "مرتب" ہوتی ہے، امام کی صحیح رہی تو ان کی بھی صحیح رہی۔ ورنہ نہیں۔

لِأَنَّ صَلَاتَهُمْ مُرْتَبِطَةٌ بِصَلٰوةِ إِمَامِهِمْ فَإِذَا لَمْ تَكُنْ لَهُ صَلٰوةٌ لَمْ تَكُنْ لَهُمْ (تمہید لابن عبد البر جلد اول)

گو ان امور کا تعلق بظاہر فقہی ابواب سے ہے تاہم ان معنوی امکانات سے بالکلیہ صرفِ نظر بھی ممکن نہیں ہے۔

امامت، ایک عظیم قیادت ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ ہے کہ جو امامتِ نماز کا اہل ہے وہی ہماری سیاسی قیادت کا بھی حق دار ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی امامتِ نماز سے ان کی سیاسی قیادت کے ثبوت کے لیے انھوں نے فرمایا تھا۔

كان خليفة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على الصلوٰة، رَضِيَهُ لِدِيْنِنَا فَرَضِيْنَاهُ لِدُنْيَانَا (فضائل ابوبکر الصدیق للعشاری)

اس لیے اگر ایسے غیر محتاط نمازی امامت پر فائز رہیں تو عوام کے دلوں سے نماز کا احترام بھی جاتا رہے گا۔ یہ بھی ایک قسم کی دکانداری ہو کر رہ جائے گی۔ اس لیے بہتر ہے



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



کہ وہ شایانِ شان اصلاح حال کر لیں یا خود علیحدہ ہو جائیں ورنہ کسی تخریب اور تفریق کے بغیر ان کو اس سے علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر اس سے تفریق بین المسلمین کا اندیشہ ہو تو پھر نمازی کسی دوسری مسجد میں دوسرے امام کے پیچھے جا کر نماز ادا کیا کریں۔ جہاں ایسی صورتِ حال کا سامنا نہ ہوا کیونکہ ضروری ہے کہ امام نیک شہرت کا حامل ہونا چاہیے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم عزوجل (رواہ الدارمی عن ابن عمر)

## مغالطہ

قرونِ اولیٰ میں دستور یہ رہا ہے کہ جو سیاسی قائد ہوتا وہی امام نماز بھی ہوتا تھا، گویا کہ جو سیاسی سربراہ تھا وہ اپنے علم، تقویٰ اور طہارتِ نفس کی بنا پر امامتِ نماز کا اہل بھی ہوتا تھا اور جو امام نماز ہوتا تھا وہ صرف دو رکعت کا امام نہیں ہوتا تھا بلکہ امامت کبریٰ یعنی ملتِ اسلامیہ کی سربراہی اور قیادت کے لیے بھی وہ موزوں سمجھا جاتا تھا مگر کچھ عرصہ بعد یہ جامعیت نہ رہی۔ جو سیاسی حکام یا حکمران تھے، سیاسی فروگزاشتوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے سلطانِ جائر (ظالم یا خودسر حکمران) ہو کر رہ گئے تھے مگر کیریکٹر کے اعتبار سے ابھی ان کو بازاری کہنا مشکل تھا۔ چونکہ وہ جابر بھی تھے، اس لیے ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا بائیکاٹ کرنا جان جوکھوں میں ڈالنے والی بات بن گئی تھی، یہ صورتِ حال دیکھ کر یہ فتویٰ دیا گیا کہ آپ ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔ ان کی کمزوریاں ان کے ساتھ، آپ کی نماز آپ کے ساتھ۔ لیکن بعد میں جب ان کے سیاسی فسق کے علاوہ اخلاقی فسق و فجور نے بھی بال و پر نکال لیے تو فقہاء نے اخلاقی فسق و فجور کے مرتکب کو بھی "سیاسی فسق" پر قیاس کر لیا اور فتویٰ دے دیا کہ ان کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیا کریں۔ گو علماء کے ایک دیدہ وَر طبقہ نے اس سے اختلاف کیا تاہم غلبہ مجوزین کا رہا۔

صحابہ کے دور میں عجمی تابعیوں کے اختلاط کی وجہ سے کچھ فکری بے اعتدالیوں اور عجمی تنگ نظریوں نے بھی راہ پالی تھی جن کو خالص علمی مغالطوں سے تعبیر کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے مسلمان ان اہلِ بدعت کے پیچھے بھی نماز پڑھتے رہے، مگر بعد میں جب فکری گمراہیوں، الحاد اور زندقہ نے اپنے پاؤں پھیلائے تو اہلِ علم بزرگوں کے ایک خاص طبقہ نے ان کو بھی پہلے اہلِ بدعت پر قیاس کر کے ان کو بھی امامتِ نماز کے لیے گوارا کر لیا۔

ان دونوں (عملی فسق اور بے خدا لوگوں کی فکری گمراہیوں) کے باوجود امامت نماز کے لیے



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



ان کو گوارا کرنے کا ایک منفی پہلو یہ ظاہر ہوا کہ نماز کے بعد سیاسی امامت کے سلسلے میں بھی وہ احتیاط نہ رہی جو امامتِ نماز کے ساتھ ایک حد تک ملحوظ رہی۔ نماز میں ایک حد تک یہ گھپلا زیادہ پاؤں نہ پھیلا سکا۔ لیکن سیاسی امامت کا مقام "رشد و ہدایت" سے بالکل آزاد ہو گیا۔ چنانچہ اس پر اب تک ایسے ایسے لوگ فائز رہے ہیں جن کو سنگسار کیا جانا چاہیے تھا۔ وہ عموماً بین الاقوامی شہرت کے بدکردار لوگ رہے ہیں لیکن ان کے اس پہلو پر اس لیے پردہ پڑا رہا کہ وہ برسرِ اقتدار تھے یا بدوں میں ان کی بدکرداری کی طرف انگلیاں نہ اٹھ سکیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ اب یہ کانٹا بدل دینا چاہیے، نماز کی امامت کے لیے نیک شہرت کے حامل، بلند کردار اور دیدہ ور حضرات کو آگے لایا جائے تاکہ ان کے ذریعے اس خلا کو بھی پُر کیا جا سکے جو سیاسی فضا میں سرایت کر گیا ہے اور جس نے آگے ہمارے اسلامی معاشرہ ملی مزاج اور اخلاقی اقدار کو حد درجہ غلط متاثر کیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ (۱) امامت نماز (۲) اور سیاسی امامت کو پھر باہم جوڑ کر ایک کر دیا جائے اور انہی مکارمِ حیات کے ساتھ جو کبھی ان کا طرۂ امتیاز رہا ہے تو یقین کیجیے! وہ امتِ مسلمہ پر موجود اور مشہود ہو سکتی ہے جس کے احیا کے لیے خاتم المرسلین کی بعثت ہوئی اور جس کی نوید حضرت خلیل اللہ سناتے رہے۔ واللہ اعلم۔

## نمازِ قصر کے لیے مسافت کا تعین

جنگل خیل (کوہاٹ) سے ایک شخص پوچھتے ہیں کہ:۔

ایک شخص ملازم ہے لیکن روزانہ اُسے نو میل دور جا کر واپس آنا ہوتا ہے کیا اسے وہاں قصر کرنا چاہیے یا پوری نماز پڑھنا چاہیے۔

### الجواب

مسافت۔ اس میں خاصا اختلاف ہے، اس کی وجہ نقلی دلیل سے زیادہ عرف کی بات ہے کہ: لوگ کتنی مسافت کو "سفر" تصور کرتے ہیں؛ جہاں تک نقلی دلیل کی بات ہے، اس سلسلے میں بعض روایات تو وہ ہیں جن سے سفر کی کم از کم حد اخذ کرنا مشکل ہے کیونکہ یہ کہنا کہ سفر میں فلاں فلاں جگہ آپ نے بھی قصر نماز پڑھی۔ شرعی حد سفر کی نشاندہی کے لیے کافی نہیں ہے۔ ہاں دو مرفوع روایات ایسی ہیں جن سے اس سلسلے میں مدد مل سکتی ہے۔ وہ یہ ہیں:

ابو سعید خدریؓ ۔ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سافر فرسخا یقصر الصلوٰۃ



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



(سعید بن منصور و ابن ابی شیبہ)

"یعنی جب آپ تین میل کے سفر پر نکلتے تو قصر کرتے۔"

تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ ہی روایت احمد بن منیع اور عبد بن حمید نے بھی روایت کی ہے، کچھ علماء نے لکھا ہے کہ سعید بن منصور والی روایت اگر صحیح ثابت ہو جائے تو کام بن جائے لیکن یہ ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کی سند میں، ابو ہارون عمارۃ بن جوین ہے جو شیعہ، متروک اور متہم بالکذب ہے (میزان و تقریب)

قال البوصیری: مدار اسانیدھم علی ابی ھارون وھو ضعیف (الاتحاف)

حضرت انس۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا خَرَجَ مَسِیْرَةَ ثَلٰثَةِ اَمْیَالٍ اَوْ ثَلٰثَةِ فَرَاسِخَ شعبۃ الشاک، صلی رکعتین (مسلم وغیرہ) یعنی تین یا نو میل کے سفر پر نکلتے تو دوگانہ پڑھتے۔

تین یا نو میل؟ حضرت شعبہ کو شک ہے، تاہم تین کے بجائے نو میل کم از کم اس کی حد تسلیم کر لی جائے تو تین بھی اسی میں آ جاتے ہیں، اگر اس روایت کو نظر انداز کر دیا جائے یا اپنی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے تو یہ "چوں چوں کا مربا یا چیستاں" بن کر رہ جائے، کیونکہ امام ابن تیمیہؒ اور ابن القیم اور امام شوکانی وغیرہ کا جو ارشاد ہے، امام بخاریؒ کا میلان اس کے بالکل برعکس ہے، یہی حال صحابہ اور دوسرے ائمہ کا ہے۔ اس لیے قاطع نزاع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے اور صحیح مسلم کی مندرجہ بالا روایت سے بہتر اور کوئی روایت نہیں ہے۔

بعض بزرگوں کا یہ کہنا کہ یہ دراصل اثنائے سفر کی بات ہے کہ گھر سے نکل کر جب تقریباً تین یا اس سے زیادہ فاصلہ پر پہنچتے اور نماز کا وقت آ جاتا تو آپ قصر کر لیتے۔ دراصل یہ ایک تکلف ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس قسم کے اعتراضات کو رد کر دیا ہے (فتح)

اتنا سفر کہ جا کر انسان "اجنبیت" محسوس کرنے لگ جائے تقریباً تقریباً نو میل اس کی حد ہو سکتی ہے۔ ۴۸ میل یا اس سے کم و بیش کی حد آثار صحابہ اور تابعین سے اخذ تو کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس پر صحابہ کا اتفاق نہ ہونے کی وجہ سے ان کا عمل دوسرے کے لیے حجت نہیں رہتا۔ اس لیے اگر صحیح مسلم کی روایت پر قناعت کر لی جائے تو انسان کے لیے شرعی معذرت بن سکتی ہے۔ باقی رہے دوسرے سہارے؟ آپ کے لیے وجہ معذرت نہیں بن سکیں گے کیونکہ ہم نے ان کا کلمہ نہیں پڑھا۔

(عزیز زبیدی)

(اردو بڑا میل ۴۰۰۰ گز کا ہوتا ہے (مدیر)



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



ڈاکٹر سید ناھد علی واسطی

# نامۂ اعمال اور لمحۂ فکر

تذکراتِ معاد یا حالات بعد الموت کی حقیقتِ واقعی کا آسانی سے سمجھنا دشوار ہے۔ نامۂ اعمال کے بارے میں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان حرف قطعی ہے جس کے مطابق جمہور مسلمین کا اعتقاد ہے کہ یہی نامۂ اعمال انسان کی جزا و سزا کا باعث بنے گا۔ قرآن مجید میں ارشادات ربانی کا مقصود و حاصل کلام سعادت۔ اخلاق حمیدہ و صفات پسندیدہ کا انتساب اور شقاوت، خصائل ذمیمہ اور اوصافِ رذیلہ کا اجتناب ہے۔ ہم اسی زاویہ نگاہ سے زیر نظر مضمون میں غور و فکر کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

## نامۂ اعمال کی حقیقت

قرآن پاک میں یہ حقیقت متعدد مقامات پر صراحت کے ساتھ بتائی گئی ہے کہ موت کے وقت ہی سے یہ امر انسان پر واضح ہو جائے گا کہ وہ نیک بخت انسان کی حیثیت سے رخصت ہو رہا ہے یا بدبخت آدمی کی حیثیت سے عالم بالا کو جا رہا ہے اور رخصتی کے وقت سے روزِ حشر تک ایک معزز مہمان کی طرح اس کی مہمان نوازی ہوگی یا ایک حوالاتی مجرم کی حیثیت سے۔ یہ راز عیاں ہو جانے کے بعد صالحین کی حالت کچھ اور ہوتی ہے اور فاجر و منافقین کی کیفیت کچھ اور۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ رب تعالیٰ نے دنیا کی موجودہ زندگی کے بعد نوع انسانی کے لیے ایک دوسری ابدی زندگی مقدر فرما دی ہے۔ جن لوگوں نے اس جہان فانی میں یہ سمجھتے ہوئے زندگی بسر کی ہے کہ ایک نہ ایک دن انھیں اس معبود حقیقی کے سامنے پیش ہونا اپنے اعمال کا جواب دینا ہے جنھوں نے دنیاوی زندگی میں نیک عمل کر کے اپنی آخرت کی بھلائی کے لیے پیشگی سامان مہیا کر لیا وہ لوگ تو اپنا حساب دیکھ کر ضرور فرحاں و شاداں ہوں گے اور انھیں تو جنت میں ابدی سکون نصیب ہوگا۔ اس کے برعکس جن لوگوں نے خدا کا حق افضل مانا نہ بندوں کے حقوق کی پروا کی ایسے لوگوں کو خدائے عزوجل کی گرفت سے کوئی بھی بچانے والا نہ ہوگا اور وہ ضرور معتوب ہوں گے۔



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



سورۃ الحاقہ میں یہ تمام کیفیت بالتفصیل اس طرح بیان فرمائی گئی ہے۔

"اس وقت جس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کہے گا۔ لو! دیکھو پڑھو میرا نامۂ اعمال، میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے۔ پس وہ دلپسند عیش میں ہو گا۔ جنت میں جہاں پھلوں کے گچھے جھکے ہوں گے (ایسے لوگوں سے کہا جائے گا) مزے سے کھاؤ اور پیو اپنے اعمال کے بدلے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیئے۔ اور جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا وہ کہے گا کاش میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا گیا ہوتا۔ اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے۔ کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہوتی۔ آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار چھن گیا (حکم ہو گا) "پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو۔ پھر اسے جہنم میں جھونک دو۔ پھر اس کو ستّر (۷۰) ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ نہ یہ اللہ بزرگ برتر پر ایمان لاتا تھا اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ لہٰذا آج یہاں اس کا کوئی غم خوار نہ ہو گا اور نہ زخموں کے دھوون کے سوا اس کے لیے اور کوئی کھانا ہو گا۔ جسے خطا کاروں کے سوا اور کوئی نہیں کھاتا"۔ (الحاقہ ۱۹-۳۷)

اعمال نامہ انسان کے ہاتھ میں تھما دینا اور جتلانا کہ تو نے دنیا میں یہ یہ کارگزاریاں کی ہیں۔ صرف اس لیے مقصود نہیں کہ اس کو ان کارگزاریوں کا علم ہو جائے۔ انسان تو اپنی حرکات و سکنات کو بخوبی جانتا ہے۔ اس امر کی ضرورت صرف اس لیے ہو گی کہ عدالت حشر میں مجرم کو اپنے جرم کا پتہ چل جائے اور یہی انصاف کا تقاضا ہے۔

بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰی نَفۡسِہٖ بَصِیۡرَۃٌ ۙ﴿۱۴﴾ وَّ لَوۡ اَلۡقٰی مَعَاذِیۡرَہٗ ﴿۱۵﴾ (القیامہ ۱۴-۱۵)

ترجمہ: بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے۔ چاہے وہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے۔

انسان اپنے نفس امارہ کے اشارہ پر تمام عمر چلتا رہتا ہے، جب کبھی ضمیر جھنجھوڑنے کی کوشش کرتا بھی ہے تو اس کو طرح طرح کی معذرتیں، مجبوریاں پیش کر کے سلا دیا کرتا ہے لیکن اس کے باوجود حضرت انسان کو بخوبی علم ہے کہ اس شخص نے کس کس کے حق غصب کیے۔ حق تلفیاں کیں۔ کہاں کہاں رزق حرام کے لیے سرگرداں رہا۔ کفر و شرک یا دہریت کے بول کہاں کہاں بکتا پھرا۔ ان تمام باتوں کا انکشاف، مجبوریوں اور مصلحتوں کا انصاف، دھوکہ اور ناجائز رزق کی حصولی کا فیصلہ، بدکرداریاں، کذب، بدعنوانیوں کی نقاب کشائی اس



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



نامہ اعمال میں مکمل درج ہو گی ۔ جو آپ کو روزِ حشر پیش کر دیا جائے گا۔

## نامہ اعمال اور روز قیامت

قیامت کے دن جب نامہ اعمال ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ اس وقت، یہ انسان بدکردار راہِ فرار اختیار کرنے کی سوچے گا۔ اور وہاں بھی اپنی سفلہ مزاجی سے بدحرکتیں کرنے سے باز نہ آئے گا۔ مگر اس کی ایک بھی تدبیر سود مند ثابت نہ ہو سکے گی جس کے لیے قرآن مجید نے اس طرح نقشہ کھینچا ہے۔

يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ۝

ترجمہ :۔ اس وقت یہی انسان کہے گا ۔ کہاں بھاگ کر جاؤں ۔ ہرگز نہیں ۔ وہاں کوئی جائے پناہ نہیں ہو گی ۔ اس روز تیرے رب کے سامنے ہی جا کر ٹھہرنا ہو گا۔

اس کے برعکس جن لوگوں کے نامۂ اعمال خواہشات نفس کی پیروی سے مبرا اور اسلام اور اس کے بنیادی عقائد اور اس کی اخلاقی تعلیمات سے لبریز ہوں گے ۔ ان کے چہروں پر خوشی دمک رہی ہو گی ۔ کیونکہ ان لوگوں نے دنیا کے مال و متاع کو چھوڑ کر اپنی دنیاوی زندگی میں برحق اور صحیح فیصلے کیے تھے ۔ ان کے نامۂ اعمال میں یہ سب اندراج موجود ہوں گے لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ (الیونس - ۲۶) یعنی جن لوگوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے اچھا اجر ہے ۔ اور وہ اچھا اجر (جیسا کہ بکثرت احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے) یہ ہے کہ آخرت میں اللہ کے مکرم بندے اپنے رب کا دیدار کریں گے ۔ بخاری کی روایت ہے کہ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا ۔ یعنی تم اپنے رب کو اعلانیہ دیکھو گے۔

مسلم، ترمذی میں حضرت صہیب کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا جن کا نامہ اعمال اچھا ہو گا وہ جنت میں داخل ہوں گے اور اپنے رب کی زیارت سے مشرف ہوں گے ۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہم قیامت کو اپنے رب کو دیکھیں گے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمھیں سورج اور چاند کو دیکھنے میں دقت ہوتی ہے جب کہ بیچ میں بادل نہ ہوں ؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں ۔ آپ نے فرمایا اس طرح تم اپنے رب کو دیکھو گے (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۷۲) قرآن پاک میں مزید وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ :

كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ (المطففین - ۱۵)



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



ترجمہ: "ہرگز نہیں وہ (یعنی فجار) اس روز اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے"۔
یہ کون سے لوگ ہوں گے جو اس محرومی کا شکار ہوں گے۔ ان کے لیے بھی صریح ارشادات ہیں۔ وہ لوگ فجار ہوں گے۔ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ہرگز نہیں بدکار فجار لوگوں کا نامۂ عمل سجین میں رہے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے دلوں پر ان کے اعمال (بد) کا زنگ چڑھ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے قبولِ حق کی استعداد فاسد ہو چکی ہے۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ بدکار لوگوں کا نامۂ اعمال سجین میں رہے گا۔ سجین ایک دفتر ہے۔ جس میں تمام اعمال منضبط اور محفوظ ہوں گے۔ یہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے۔ ..........
.......................... نیز مروی ہے کہ یہ مقام ارض سابعہ میں مستقر ارواح کفار ہے۔ اور اس دفتر کے ریکارڈ میں تغیر و تبدل کا قطعاً احتمال نہیں ہے۔ برعکس اس کے نیک لوگوں کا نامۂ اعمال علیین میں رہے گا۔ وہ ایک مقام سماء سابعہ میں مستقر ارواح مومنین کا ہے۔ جس کا کہ روح المعانی میں عبد بن حمید حضرت کعب سے روایت کرتے ہیں کہ ملائکہ جب مومن کی روح قبض کرتے ہیں تو پھر آسمان کے مقرب فرشتے ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ یعنی نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے
اسی موضوع کو قرآن پاک میں مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کہ آخرت میں جب اللہ رب العرش العظیم اپنی عدالت قائم فرمائیں گے تو اس میں فیصلہ اس بنیاد پر ہوگا کہ کس شخص کے نیک اعمال برے اعمال سے زیادہ وزنی ہیں اور کس کے نیک اعمال کا وزن اس کے برے اعمال کی بہ نسبت ہلکا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں فاما من ثقلت موازینہ (القارعۃ - ۶) پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے۔ پلڑوں کے بھاری یا ہلکے ہونے سے مراد بھلائیوں کے وزن کا ہلکا یا بھاری ہونا ہے۔ یعنی انسان اپنے اعمال کی جو پونجی دنیا سے لے کر آیا ہے اس کی بھلائیوں کے وزن سے برائیوں کا وزن ہلکا ہے یا نہیں۔ اس نفس مضمون میں قرآن پاک میں متعدد جگہ قدرے تفصیلاً سمجھا دیا گیا ہے۔ سورۂ کہف میں ارشاد ہوا ہے۔ اے نبی ان لوگوں سے کہہ دو ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ ایسے لوگ ہیں کہ دنیا کی زندگی میں ان کی ساری سعی و جہد راہِ راست سے بھٹکتی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس کے حضور میں پیش ہونے کا یقین نہ کیا اس لیے ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



قیامت کے روز ہم انھیں کوئی وزن نہ دیں گے (سورۂ کہف: ۱۰۴-۱۰۵) دوسری جگہ فرمایا:
کہ وزن اس روز حق ہو گا۔ پھر جن کے پلڑے بھاری ہوں گے، وہی فلاح پائیں گے۔
اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔ وہی اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کرنے والے ہوں گے
(الاعراف: ۸-۹)

سورۂ انبیاء میں ارشادِ ربانی ہے۔ قیامت کے روز ہم ٹھیک تولنے والے ترازو رکھ دیں گے۔ پھر کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہو گا۔ جس کا رائی کے دانے برابر بھی کچھ عمل ہو گا وہ ہم لے آئیں گے اور حساب لگانے کے لیے ہم کافی ہیں (الانبیاء-۴۷) ان آیاتِ کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفر وحق سے انکار بجائے خود اتنی بڑی برائی ہے کہ وہ برائیوں کے پلڑے کو خود بخود جھکا دے گی۔ شرک کی کوئی نیکی ایسی نہ ہو گی کہ بھلائیوں کے پلڑوں کو جھکا دے۔ اس کا کوئی وزن نہ ہو گا۔ مدعا یہ کہ مومن کے پلڑے میں ایمان کا وزن بھی ہو گا۔ اور اس کے ساتھ نیکیوں اور بھلائیوں کا بھی۔ لہٰذا مومن کے اعمال کا وزن بھاری رہے گا۔

## نامۂ اعمال

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایمان لانے والے لوگوں کے زمرہ میں کون کون سے شامل ہوں گے۔ اولاً وہ جو اللہ تعالیٰ کو بلا شرکتِ غیرے تسلیم کرتا ہو۔ ثانیاً رسول کو مانتا ہو۔ اس حیثیت سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مامور کیا ہوا ہادی و رہنما ہے۔ اور اس کی تعلیم واجب التسلیم ہے۔ اس ایمان بالرسالت میں ملائکہ، انبیاء، اور کتبِ الٰہیہ پر ایمان لانا شامل ہے۔ ثالثاً آخرت کو مانتا ہو۔ اس حیثیت سے کہ انسان کی موجودہ زندگی آخری نہیں ہے بلکہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا ہے۔ اپنے ان اعمال کا جواب دہ ہوتا ہے جو اس نے دنیا میں کیے اور اس محاسبہ میں جن کے اعمال صالح قرار پائیں گے۔ ان کو جزا اور جن کے برے قرار پائیں گے۔ ان کو سزا ملنی ہے۔ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الواقعہ-۲۴) یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔

روزِ حشر میں محاسبہ کا خوف اعمال کی درستگی کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے جس پر تعلیماتِ قرآن وسنت کی روشنی میں ایک پاکیزہ عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ وگرنہ جہاں تعلیماتِ قرآن وسنت کا گزر نہ ہو وہاں محاسبہ کا خوف ویقین نہیں ہو سکتا اور جہاں محاسبہ کا ڈر نہیں وہاں اعمال کی بجا آوری اور درستگی کا گزر کہاں؟ قرآن میں بار بار اسی امر پر


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



زور ڈالا گیا ہے کہ ایمان وہی معتبر و مفید ہے جس کے صادق ہونے کا ثبوت انسان اپنے عمل سے پیش کرے۔ ورنہ ایمان بلا عمل ایسا دعویٰ ہے جس کی تردید خود انسان اپنی روزمرہ زندگی میں کر دیتا ہے۔ مومن کی تشریح تو متعدد جگہ کی گئی ہے مگر سورۂ انفال میں اس قدر صاف اور سمجھانے کے انداز میں بتایا گیا ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (الانفال : ۲) مومن تو وہ لوگ ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں۔ اس سے بہتر اور واضح الفاظ میں اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ خوفِ خدا سے لرز اٹھنا اس بات کی توضیح ہے کہ ایک دن اس نے اس مالک کے سامنے جواب دہی کے لیے پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کی جزا و سزا کو سننا اور ماننا ہے۔

اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے قرآن پاک صاف الفاظ میں واضح کر دیتا ہے۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۝ وَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝ (هود : ۱۲۱ - ۱۲۲) اور جو لوگ ایمان نہیں لائے اُن سے کہہ دو کہ تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ۔ ہم اپنی جگہ عمل کیے جاتے ہیں۔ اور (نتیجۂ اعمال کا) تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان کی درستگی کے لیے محاسبہ کا خوف لازمی امر ہے اور وہ صرف مومن ہی کر سکتا ہے جس میں ایمان (باللہ، بالرسول، بالکتاب، بلائکہ اور یوم حشر) موجود ہو۔ اور وہی نصیحت اور عبرت حاصل کر سکتا ہے۔ جس کو ان چیزوں کا خوف ہی نہ ہو وہ نامۂ اعمال کی پرواہ کیسے کر سکتا ہے اور اعمال کی درستگی اور محاسبہ کے لیے تگ و دو کیسے کر سکتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بتاتے ہیں کہ لوگوں کو کن خیالات، کن اعمال اور کن عادات سے بچنا چاہیے۔ پھر جب لوگ اپنی بدذاتیوں سے باز نہیں آتے۔ اور غلط فکری اور غلط روی پر گامزن رہتے ہیں۔ استعداد قبول حق سے لاپرواہ ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ بھی دستکش ہو جاتا ہے۔ ہدایت اور رہنمائی سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ ان لوگوں کو قیامت میں بڑی مشکل درپیش ہوگی۔

## نامۂ اعمال کون لکھتا ہے

خدائے عزوجل گو خود انسان کے افعال و اقوال سے بخوبی واقف ہیں۔ مگر اس کے باوجود نامۂ اعمال کے مرتب کرنے کے لیے ہر انسان پر دو فرشتے مامور کر دیے ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (ق۔ ۱۸-۱۹)

ترجمہ:۔ دو کاتب اس کے دائیں بائیں بیٹھے ہر چیز لکھ رہے ہیں۔ کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا۔ جسے محفوظ کرنے کے لیے نگران موجود نہ ہو۔

سمجھ گئے آپ! رب تعالیٰ نے انسان کو شتر بے مہار بنا کر نہیں چھوڑ دیا۔ گو انسان کو یہ فرشتے نظر نہیں آتے مگر ایمان کی رمق اگر آپ کے اندر موجود ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر وقت آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دو نمائندے موجود ہیں۔ جو خداوند کریم کے انتہائی مقرب اور راستباز ہیں جو آپ کا روزنامچہ انتہائی چابکدستی سے تحریر کر رہے ہیں۔ آپ کا کوئی فعل ان سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ چاہے آپ خلوت میں ہوں یا جلوت میں۔ کام اندھیرے میں کریں یا اجالے میں۔ آبادی میں اس فعل کا ارتکاب ہو یا ویران سنسان جنگلوں میں۔ یہ فعل نگاہ انسانی سے تو ضرور مخفی رہ سکتا ہے مگر نگاہ ربانی سے ہرگز نہیں اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی بنفس نفیس تعریف فرمائی ہے کہ یہ فرشتے بزرگ اور معزز ہیں۔

وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ○ كِرَامًا كَاتِبِينَ ○ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ (الانفطار۔ ۱۰-۱۲)

ترجمہ: بلاشبہ تم پر نگران مقرر ہیں۔ ایسے معزز کاتب جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔

مزید فرمایا گیا ہے کہ یہ فرشتے کارکردگی کے لحاظ سے نہ کسی کی بے جا رعایت یا مروت کرتے ہیں اور نہ کسی سے ناروا مخالفت نہ کسی کے ریکارڈ میں خیانت کرتے ہیں نہ مہربانی کرتے ہیں کہ کسی کے روزنامچوں میں غلط سلط اندراجات کر ڈالیں۔

جناب عالی! یہ فرشتے چونکہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں۔ اس وجہ سے اخلاقی کمزوریوں سے بھی بالاتر ہیں۔ مزید برآں ان فرشتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ یہ تمہارے ہر فعل کو خوب جانتے ہیں۔ کیا سمجھے؟ یعنی جناب کی تمام کرتوتوں سے بخوبی آشنا ہیں۔ اور قیامت میں ان کے سامنے اپنی دنیاوی کارستانیوں، بداعمالیوں، لچھے دار تقریروں، پُرفریب تدبیروں اور اقوال و افعال کی صحت سے انکار کرنا آپ کو ناممکن ہو جائے گا۔

عام طور پر سی آئی ڈی کے مخبر ہر اس حرکت کو ریکارڈ کرتے ہیں جو کچھ وہ شخص جس پر ان کی تعیناتی ہو، ارتکاب کرے۔ مگر کراماً کاتبین کی صفت ایسی نہیں ہے۔ وہ تو آپ کے اعمال سے اس حد تک واقف ہیں کہ اگر آپ کسی بدنیتی کا تصور بھی کر لیں یا دل میں خیال بھی لے آئیں تو اس کا اندراج بھی کر ڈالتے ہیں۔ سورت کہف میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



قیامت کے روز مجرم یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ ان کا نامۂ اعمال جو پیش کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات درج ہونے سے باقی نہیں رہ گئی۔ جو کچھ انھوں نے کیا جوں کا توں حاضر کر دیا گیا۔ (کہف : ۴۹)

گواہی کون دے گا؟

قرآن پاک کے مطالعہ سے نامۂ اعمال کے بارے میں چند اور ضروری باتیں معلوم ہوتی ہیں مثلاً قیامت کے روز کراماً کاتبین کے تیار کردہ اعمال نامہ کے علاوہ زمین بھی اس کی کارکردگیوں کے بارے میں گواہی دے گی۔ (ملاحظہ ہو سورۃ الزلزال)

جب زمین اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی اور انسان کہے گا کہ یہ اس کو کیا ہو رہا ہے۔ اس روز وہ اپنے (اوپر گزرے ہوئے) حالات بیان کرے گی۔ کیونکہ تیرے رب نے اسے (ایسا کرنے کا) حکم دیا ہو گا۔ اس روز لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی حالت میں پیش ہوں گے تاکہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں۔ پھر جس کی ذرہ برابر نیکی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ (سورۃ زلزال)

مفسرین کا اجماع ہے کہ قیامت کے دن زلزلہ آئے گا۔ جب تمام اگلے پچھلے انسان دوبارہ جی اٹھیں گے۔ اس وقت زمین کے اندر تمام مدفون انسانوں کے جسموں کے تمام بکھرے ہوئے اجزا جمع ہو کر از سر نو زندہ ہو جائیں گے۔ جیسے وہ پہلی زندگی کی حالت میں تھے۔ تبھی انسان کہے گا کہ یہ زمین کو کیا ہو رہا ہے۔ زمین اسی پر اکتفا نہیں کرے گی بلکہ انسانوں کی پہلی زندگی کے اقوال و افعال، تمام حرکات و سکنات اور واقعات کا جو دفینہ اس کے سینہ میں دبا پڑا ہے۔ وہ بھی طشت از بام کر دے گی۔ انسان خود دیکھ لے گا۔ یہی وہ سامان تھے۔ جن کے لیے وہ دنیا میں بلند بانگ دعوے کرتا تھا "ہمچو ما دیگرے نیست" کے مصداق مظالم ڈھاتا تھا۔ خدا کی مخلوق کو روٹی۔ کپڑا اور مکان دینے کے فرعونی دعووں اور مذموم طریقوں پر عمل کر کے قوموں پر خدا کے خوف کی جگہ اپنا خوف مسلط کرتا تھا۔ اس دن سب کچھ کیا دھرا اس کے سامنے موجود ہو گا جو اس کے لیے وبالِ جان بن جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! معلوم ہے اعمال کی گواہی کیسے ہو گی۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

magazine.mohaddis.com



آپ فرمایئے۔ حضور رحمۃ للعالمین نے فرمایا۔ ایسے حالات ہوں گے کہ زمین ہر مرد اور ہر عورت کے بارے میں اس کے عمل کی گواہی دے گی جو اس کی پیٹھ پر اس نے کیا ہو گا۔ وہ کہے گی کہ اس نے فلاں جگہ فلاں دن یہ کام کیا (مسند احمد۔ نسائی۔ بیہقی) حضرت ربیعۃ الجرشی کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا۔ ذرا زمین سے بچ کر رہنا کیونکہ یہ تمہاری جڑ بنیاد ہے۔ اس پر عمل کرنے والا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے عمل کی یہ خبر نہ دے گی۔ خواہ اچھا ہو یا برا (معجم الطبرانی) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں ابن مردویہ کا بیان ہے کہ جب آپ بیت المال کا سب روپیہ اہل حقوق پر تقسیم کر کے اسے خالی کر دیتے تو بیت المال کی زمین پر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر فرماتے۔ تجھے گواہی دینی ہو گی کہ میں نے تجھ کو حق کے ساتھ بھرا اور حق کے ساتھ خالی کیا۔

یہ امر حقیقت ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال کو براہِ راست خود بخوبی جانتا ہے۔ مگر آخرت میں جب وہ عدالت رب العرش العظیم میں پیش ہو گا تو ہر سزا و جزا کے سلسلہ میں انصاف کے تمام تر تقاضے پورے کیے جائیں گے۔ باقاعدہ مقدمہ چلایا جائے گا۔ مقدمہ کے گواہ بھگتائے جائیں گے۔ ملزم کو پیروی کا مکمل اختیار ہو گا۔ شہادتوں میں کراماً کاتبین کے علاوہ وہ حصہ زمین جہاں یہ واقعہ ہو گا بھی گواہی دے گا۔ جسم کے وہ اعضاء بھی گواہی دیں گے جن سے وہ عمل کیا گیا۔ ملاحظہ ہو اس دن کیسی کارروائی ہو گی۔

سب سے پہلے وہ نامۂ اعمال جس میں ہر وقت انسان کے ساتھ لگے ہوئے کراماً کاتبین اس کے ایک ایک عمل کا کھاتہ مرتب کر رہے ہیں۔ جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے اوپر انتہائی معتبر اور عزت دار کاتب مقرر ہیں۔ جو لمحہ لمحہ تمہاری حرکات و سکنات سپردِ قلم کر رہے ہیں (الانفطار: ۱۰-۱۲) پھر قیامت والے دن یہ نامۂ اعمال اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ پڑھ اپنا اعمال نامہ۔ تو خود ہی اپنا حساب کرنے کے لیے کافی ہے (بنی اسرائیل۔ ۱۴) جسے پڑھ کر انسان حیران رہ جائے گا کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات ایسی نہیں جو اس میں ٹھیک ٹھیک درج نہ ہو (الکہف: ۴۹)

اس نامۂ اعمال کے مطالعہ کے بعد اگر انسان اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہے کہ فلاں کام میں نے نہیں کیا۔ یا فلاں جگہ میں نہیں گیا۔ یا اس خوبرو کو میں نے نہیں دیکھا یا فلاں کارروائی میں نے نہیں کی تو علی الترتیب اس کے ہاتھ پاؤں، آنکھیں، زبان غرضیکہ جسم کا ہر حصہ اس



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



بات کی شہادت دے گا کہ نامۂ اعمال کا ہر لفظ درست ہے۔ اللہ کی عدالت میں اس کی اپنی زبان شہادت دے گی کہ اس سے وہ کیا کچھ بولتا رہا ہے۔ اس کے اپنے ہاتھ پاؤں شہادت دیں گے کہ ان سے اس نے کیا کیا کام کیے (النور۔ ۲۴) اس کی آنکھیں شہادت دیں گی۔ اس کے کان گواہی دیں گے کہ ان سے اس نے کیا کچھ سنا۔ اس کے جسم کی پوری کھال اس کے افعال کی شہادت دے گی۔ کہ وہ کس نے ساتھ مس ہوئی۔ وہ حیران ہو کر اپنے اعضا سے کہے گا کہ تم بھی میرے خلاف گواہی دے رہے ہو؟ اس کے اعضا جواب دیں گے کہ آج جس خدا کے حکم سے ہر چیز بول رہی ہے اس کے حکم سے ہم بھی بول رہے ہیں (حٰمٓ سجدہ : ۲۰ - ۲۲) مزید برآں یہ کہ جب زمین سے دریافت کیا جائے گا تو زمین اس بات کی گواہی دے گی کہ نامۂ اعمال میں تحریر شدہ فلاں عمل اس شخص نے میرے اوپر فلاں فلاں جگہ کیا اور انسان خود دیکھ لے گا کہ اس کے دل میں جو خیالات، ارادے، مقاصد۔ وسوسے چھپے ہوئے تھے اور جن نیتوں کے ساتھ اس نے اعمال کیے وہ سب نکال کر زمین نے سامنے رکھ دیے۔ ان تمام قطعی اور ناقابل تردید شواہد فراہم ہونے کے بعد انسان دم بخود رہ جائے گا اور اس کے پاس بولنے کے لیے کوئی موقعہ نہیں رہ جائے گا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ترجمہ : یہ وہ دن ہے جس میں وہ نہ بولیں گے اور نہ کوئی عذر پیش کر سکیں گے۔ متقی لوگ آج سایوں اور چشموں میں ہیں۔ وہ جو پھل چاہیں کھائیں اور پئیں مزے سے اپنے اعمال کے بدلے جو وہ کرتے رہے۔ ہم نیک لوگوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں (المرسلات)

## نامۂ اعمال اور جزا و سزا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ یقیناً نیک لوگ مزے میں ہوں گے اور بے شک بدکار لوگ جہنم میں جائیں گے۔ جزا کے دن وہ اس میں داخل ہوں گے اور اس سے ہرگز غائب نہ ہو سکیں گے اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ جزا کا دن کیا ہے؟ ہاں تمھیں کیا خبر وہ جزا کا دن کیا ہے؟ یہ وہ دن ہے جب کسی شخص کے لیے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہ ہو گا۔ اس دن فیصلہ بالکل اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہو گا۔ (الانفطار)

اللہ تعالیٰ نے متقیوں اور نفس مطمئنہ کو انعامات سے نوازنے کے انتظامات کر رکھے ہیں۔ اور بغیر شک و شبہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اس کے مستحق ہیں۔ جو حق پرستی کی راہ میں ہمیشہ بے دریغ قربانیاں دیتے رہے۔ جن مشکلات اور تکالیف وہ مصائب سے ہمکنار



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



ہوتے رہے اور ان کو پورے سکونِ قلب کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور دوسرے راستوں پر چلنے والوں کو دنیا میں جو فوائد و منافع اور لذائذ حاصل ہوتے نظر آ رہے تھے ان سے محروم رہ جانے پر انہیں کوئی حسرت نہ ہوتی تھی۔ جب اعمال نامہ سامنے آ جائے گا اور آپ کے اقوال و افعال کی بازپرس ہوگی۔ دوزخ اور جنت سب کی نگاہوں کے سامنے آ جائے گی اور اپنا اپنا مستقبل سب کو آشکارا ہو جائے گا۔ اس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔ اس دن کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اس دن ایسا وقت آ پڑے گا کہ ہر ایک کو اپنے سوا کسی کو ہوش نہ ہو گا۔ کچھ چہرے اس روز دمک رہے ہوں گے۔ ہشاش بشاش اور خوش و خرم ہوں گے اور کچھ پر اس روز خاک اڑ رہی ہوگی اور کلونس جمی ہوگی۔ بس یہی فاجر و کافر ہوں گے (العبس ۳۷ - ۴۲) ———— ابن جریر نے مختلف سندوں سے احادیث بیان کی ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب لوگ جس طرح پیدا ہوئے تھے اسی طرح پیش ہوں گے۔ اس وقت حضرت عائشہ نے گھبرا کر ارشاد فرمایا۔ یا رسول اللہ اس روز کیا ہمارے ستر سب کے سامنے کھلے ہوں گے؟ آپ نے جواب میں سورہ عبس کی یہی آیت تلاوت فرمائی (لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ) یعنی اس دن اپنے سوا کسی کو ہوش نہیں ہو گا۔ (ترمذی۔ نسائی)

ذرا سوچیے! وہ بدبخت لوگ جن کی تمام دنیاوی زندگی "بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" کے مصداق شب و روز فسق و فجور۔ لہو و لعب میں گزری، جائز و ناجائز کا کبھی خیال نہ کیا۔ حلال و حرام کی فکر نہ کی۔ جو کچھ خدا نے عطا کیا اس پر قناعت نہ کی۔ حرص و طمع کی آگ کبھی نہ بجھی۔ اللہ کے بھوکے بندوں کی جانب کبھی نگاہ نہ کی۔ وہ لوگ روزِ حشر اپنے اعمال نامہ کو دیکھیں گے اور گردن جھکا کر کھڑے ہو جائیں گے۔ تب معلوم ہے کیا ہو گا؟ وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ اور جہنم اس روز سامنے لے آئی جائے گی۔ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ اس دن انسان کو سمجھ آئے گی، اس وقت سمجھنے سے کیا حاصل ہو گا يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي وہ کہے گا کہ کاش! میں نے اپنی اس زندگی کے لیے پیشگی سامان کیا ہوتا!!

---

**سلسلہ تعزیراتِ اسلام کی تیسری قسط دفتر میں دیر سے موصول ہوئی ہے اس لیے اسے محدث کے اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیے (ادارہ)**



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



پروفیسر محمد سلیمان اظہر ایم اے

# کنعان کنعانیوں کا ہے

(بسلسلہ فلسطین فلسطینیوں کا ہے)

(آخری قسط)

گزشتہ شمارے میں آپ کے سامنے تاریخ فلسطین کے مختصر جائزے کے ذریعے واضح کیا جا چکا ہے کہ یہاں کس کس دور میں کون کون اقوام آباد رہی ہیں اور آج کون کون سی اقوام اس کی دعوے دار ہیں۔ یہ بڑی اہمیت کی بات ہے کہ اس وقت دنیا میں تین ہی الہامی مذاہب ہیں اور تینوں کے ماننے والے فلسطین کے دعوے دار ہیں۔ سب سے پہلے مدعی یہود ہیں آئیے۔ ہم دیکھیں کہ ان کا دعویٰ کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے۔

یہود کے دعویٰ فلسطین کی بنیادیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ ہم عبرانی ہیں۔ عبرانی حضرت ابراہیم کی اولاد ہیں اور حضرت ابراہیم سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ فلسطین کی حکومت ان کی اولاد میں رہے گی۔ اللہ کا یہ وعدہ اس کے پیغمبر حضرت موسیٰ کی توراۃ میں موجود ہے۔

۲۔ عبرانی فلسطین کے قدیم ترین باشندے ہیں اس لیے ان کا حق ہے کہ وہ فلسطین کو اپنا وطن سمجھ کر یہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم کریں۔

۳۔ ازمنہ گزشتہ یعنی حضرت عیسیٰ سے قبل صدیوں تک فلسطین پر عبرانی یہود کی حکومت قائم رہی ہے جسے بعض دوسری اقوام نے طاقت کے بل پر ختم کر کے انھیں یہاں سے نکلنے پر مجبور کیا۔ اس لیے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا سابقہ علاقہ دوبارہ انھیں سونپ دیا جائے۔

۴۔ فلسطین کی گود میں یہود کا مذہب پروان چڑھا ہے۔ اسی جگہ ان کے انبیاء نے تبلیغ دین کا کام کیا ہے اور یہاں ان کے مقامات مقدسہ ہیں جن کی تولیت بہر حال انھیں ملنی چاہیے۔

۵۔ فلسطین سے جبراً انکال دیے جانے کے باوجود عبرانی ہمیشہ اس خطے کو اپنا وطن سمجھتے



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



رہے ہیں اور وطن کی واپسی کے خواہش مند رہے ہیں۔ آج کی مہذب دنیا کو چاہیے کہ وہ ان کوششوں کی حمایت کرے جو عبرانی اس خطے کو از سر نو اپنا وطن بنانے اور اس وطن میں اپنی حکومت کے استحکام کے لیے کر رہے ہیں۔ یہ تو تھیں دعویٰ یہود کی بنیادیں۔ اب ہم ذرا تفصیل کے ساتھ ان کے متعلق آپ کو اپنے حاصل مطالعہ سے آگاہ کرتے ہیں۔

جنرل سر ریجیڈ گیل دوسرے مغربی محققین کی ہمنوائی میں لکھتے ہیں۔ ابراہیم کسی متعین اور خاص شخصیت کا نام نہیں ہے بلکہ عبرانی قومیت، کے تشکیلی دور کا نام ہے اور وہ تمام واقعات جو حضرت ابراہیم سے متعلق ہیں، دراصل اس پورے دور کے ارتقاء پذیر واقعات ہیں کچھ دوسرے محققین کی رائے ہے۔ اگر حضرت ابراہیم واقعی کسی شخصیت کا نام ہے تو وہ ابرام سے مختلف ہے جن کے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ حائل ہے۔ کیوں حضرت ابراہیم آرامی نسل سے بیان کیے جاتے ہیں یعنی وہی نسل جس سے کنعانی ہیں جبکہ ابرام اروی نسل سے ہیں ان لوگوں کے نزدیک اُر نامی شہر میں ابی را مو اور ابرام وغیرہ نام بکثرت ملتے ہیں۔

اگر تورات کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ عبرانی اس ابراہیم کی اولاد ہیں جو اُر سے ہجرت کر کے فلسطین آئے تھے تو قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ اس دور میں اُر دنیا کا بہت بڑا تہذیبی مرکز تھا۔ تجارت، صنعت، زراعت، فنِ تعمیر اور فنونِ لطیفہ میں دنیا کا امام تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اولین عبرانی شہری زندگی کے لوازمات اور رکھ رکھاؤ سے یکسر عاری تھے۔ وہ خانہ بدوش زندگی کے عادی تھے۔ فنِ تعمیر اور زراعت سے یکسر نابلد۔ اس طرح وہ اُر جیسے مہذب شہر کے کسی طرح باشندے معلوم نہیں ہوتے۔ ان لوگوں کا آغاز میں نہ کوئی مذہب تھا نہ پوجنے کے لیے کوئی خدا تھا۔ نہ بولنے کے لیے کوئی خاص زبان۔ جبکہ اہلِ اُر ان تمام خصوصیات سے متصف تھے۔ عبرانی تو جس علاقے میں جاتے وہیں کی زبان بولنے لگتے۔ وہیں کے خداؤں کو پوجنے لگتے۔ بہت بعد میں جب انھیں احساس ہوا کہ دوسری اقوام کے خدا ہمارے ساتھ سوتیلی اولاد جیسا سلوک کرتے ہیں تو انھوں نے اپنا بھی ایک خدا بنا لیا جسے وہ یہوواہ کہنے لگے۔ اس تاریخی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبرانی اُر سے نہیں آئے۔ اس طرح ان کی نسلی اصلیت یعنی سامی ہونے اور پھر اولادِ ابراہیم ہونے کے امکانات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ نظریہ ان مغربی محققین کا ہے جو یہودی ماخذوں کو خوب اچھی طرح

magazine.mohaddis.com



کھنگال چکے ہیں۔ اس بات کو تقویت بطلیموس کے درباری مورخ مانیتھو کی تحریر سے جو مصر کے قدیم ترین دور کے حالات پر ثقہ ترین مؤرخ سمجھا جاتا ہے، ہوتی ہے جو کہتا ہے کہ یہودی مصری لوگوں کی ایک شاخ تھے جنھیں بعض جرائم کی بنا پر مصر سے نکال دیا گیا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ یہود نے خود کو حضرت ابراہیم کی اولاد میں کیوں کہا یعنی اس ابراہیم کی اولاد جو مہذب شہر اُر سے آئے تھے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ لوگ جب فلسطین آئے تو اس وقت تک فلسطینی باشندوں نے اپنے ذہنی ارتقار کے باعث کاشتکاری اور تعمیر کے سلسلے شروع کر دیے تھے اور یہی دو چیزیں تہذیب و تمدن کا اولین زینہ ہیں۔ ان کے بالمقابل نئے آنے والے عبرانی نہ تو زراعت سے واقف تھے نہ فن تعمیر سے۔ اس لیے تہذیب کے اس دور میں انھیں کوئی خاص مقام حاصل نہ تھا۔ انھوں نے مقامی فلسطینیوں کو مرعوب کرنے کی خاطر اپنے تخیل کے زور سے اپنی عظمت گزشتہ خود ایجاد کرنے کی کوشش کی۔ اسی لیے ایک امریکی مؤرخ لکھتا ہے کہ تورات جو یہود کے مذہب کی بنیاد ہونے کے ساتھ ان کی تاریخ کا سب سے بڑا ماخذ بھی ہے موسیٰ کی وہ تورات نہیں ہے جو انھیں خدا کی طرف سے ملی تھی بلکہ یہ یہود کے خطوط اور روایات کا مجموعہ ہے جو خود ساختہ ہے جب قرونِ وسطیٰ میں کھدائیاں اور تحقیقات شروع ہوئیں تو ان سے یہود کی مقدس کتابوں میں موجود تاریخی واقعات کی تصدیق کی بجائے تردید ہوتی اس لیے وہ ان کے لیے مایوس کن ثابت ہوئیں۔ بہرحال اپنی اصلیت کو مسخ کر کے اپنی منشا کے مطابق ڈھالنے کا یہ واقعہ تاریخ میں عدیم النظیر ہے۔ اس مقصد کی خاطر یہود نے بعد میں ہر ایسی تحریر کو ختم کرنے کی کوشش کی جو ان کے نقطۂ نظر کے مخالف تھی اور ہر ایسے مؤرخ کی مخالفت کی جس نے اصل حقائق پیش کرنے کی کوشش کی۔ کئی یونانی مؤرخ اسی وجہ سے یہود کا ہدف بنے۔ حاصل بحث یہ ہے کہ موجودہ یہودی اپنی نسل کے بارے میں جو ثبوت پیش کرتے ہیں ان سے کسی ابراہیم کا وجود ہی ثابت نہیں ہوتا۔ مزید برآں اگر یہ مفروضہ کہ ابراہیم اُر کے باشندے تھے تسلیم کر لیا جائے تو یہودی ان کی اولاد ثابت نہیں ہوتے۔ جب یہ اُر سے آنے والے ابراہیم کی اولاد ہی نہیں ہیں تو پھر ارض موعود کے تصور کے کیا معنی؟ یاد رہے کہ یہ ساری بحث یہودی ماخذوں پر مشتمل ہے اور قرآن کریم کا نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ یہودیوں پر بھی احسان ہے کہ اس نے حضرت ابراہیم کا وجود ثابت کیا ہے بلکہ اسی طرح جیسے عیسائیوں کے لیے ان کے پیغمبر حضرت عیسیٰ کا وجود قرآن نے ثابت کیا ہے ورنہ مسیح کے زمانے کی شہادت سے مسیح کا وجود

magazine.mohaddis.com


تاریخی طور پر ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

تورات جس میں خدا کے وعدے کا ذکر ہے اس کے متعلق تمام بڑے مغربی محققین متفق ہیں کہ وہ تورات ہرگز نہیں ہے جو خدا نے ہی کو عنایت کی تھی بلکہ یہ ان روایات و خطوط کا مجموعہ ہے جو مختلف ادوار ہی کی پیداوار ہیں اور جنھیں یہودی علماء نے مذہبی اغراض سے یکجا کر دیا ہے۔ اس تورات کا ماخذ وحی الٰہی کی بجائے بعض دوسرے ماخذ ہیں۔ مثلاً مختصر جائزہ تاریخ انسانیت کے مطابق تورات کو دآف موسٰی یعنی پنٹاٹیوک کا عبرانی نام ہے جس کے متعلق یہود کا عقیدہ ہے کہ ۱۲۳۰ ق م میں حضرت موسٰی کو بذریعہ وحی کوہ طور پر ملی تھی لیکن بہت سے نقاد اس بات کو تسلیم نہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ موجودہ تورات میں شامل پانچوں کتابوں کے وحی کے بجائے ۴ اور ماخذ ہیں جن کے نام ELOHIST - JOHIST - CODE PRIESTLY اور DEUTERMONIST ہیں۔

"فراعنہ کا مصر" نامی کتاب کے مصنف کی رائے یوں ہے: "عبرانی قوانین موسٰی (تورات) قانون حمورابی سے اخذ شدہ ہیں۔ اور اس بات کی تصدیق اب چار ہزار سال بعد ایک کھدائی میں ملنے والے ایک ستون سے ہو گئی ہے جس پر قانون حمورابی درج ہے۔" یاد رہے کہ حمورابی ۲۱۲۳ سے ۲۰۸۰ ق م تک بابل کا بادشاہ تھا۔ ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ عبرانی زبان جو موجودہ تورات کی اصل زبان سمجھی جاتی ہے۔ اس کے حروف تہجی فونیقی زبان سے ماخوذ ہیں اور اخذ و استفادے کا یہ واقعہ موسٰی علیہ السلام سے ۴۰۰ سال بعد کا ہے۔ آخر اس زبان کی کتاب موسٰی کی اصل کتاب کیونکر ہو سکتی ہے جو زبان ہی موسٰی سے ۴۰۰ سال بعد وجود میں آئی۔ ایسے شواہد کی بنا پر موجودہ تورات کو اصل الہامی کتاب ماننا بہت مشکل ہے اور ایسی جعلی کتاب میں خدا کے وعدے کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔

چلیے براہِ بحث ہم یہ مان لیتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ نے وعدہ فرمایا تھا کہ ان کی اولاد کو ایک مخصوص سرزمین میں آباد کیا جائے گا۔ اس ضمن میں موجودہ تورات میں لکھا ہے: "خدا نے ابراہیم کو کہا اپنے ملک کو چھوڑ دو اور اس علاقے میں چلے جاؤ جو میں تمہیں دکھاؤں۔ اس علاقے میں دنیا کے نعمت کُنہ خاندان آباد ہوں گے۔" تورات میں ایک دوسری جگہ یوں ہے ـــ "اے اسرائیل وہ دن آرہے ہیں جب تیری نسل زمین کے تباہ شدہ شہروں کو تعمیر کر کے آباد کرے گی اور میں انھیں اپنی دی ہوئی زمین میں اس طرح مستحکم طور پر آباد کروں گا۔


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



کہ پھر کوئی انہیں نکال نہ سکے گا۔" تورات کی ایک عبارت یوں ہے۔ "خدا نے ابراہیم سے حتمی وعدہ کیا کہ وہ اس کی نسل کو ستاروں کی طرح زیادہ کردے گا اور ارض موعود پر انہیں حکمرانی عطا کرے گا۔" ایک اور مقام پر یوں ہے۔ "میں تیرے جانشینوں کو آسمان کے ستاروں کے برابر کردوں گا اور یہ ساری زمین جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا ہے انہیں عطا کردوں گا اور اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ آباد رہیں گے۔"

ان عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد کو فلسطین کی حکومت عطا کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ آئیے ان پر ذرا غور کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ابراہیم کی اولاد کو ستاروں جتنا کردوں گا۔ لیکن یہود کی آبادی کسی بھی دور میں ڈیڑھ کروڑ سے آگے نہیں بڑھی۔ اور ان ڈیڑھ کروڑ میں بھی سارے یہودی عبرانی یعنی بقول ان کے اولاد ابراہیم نہیں ہیں کیونکہ چیمبرلین کہتا ہے کہ سائنسی طور پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آج کی یہودی قوم سامیوں، صحرائی بدوؤں، حبشیوں اور امریوں کا مجموعہ ہے۔ جب کہ اموری آریائی یعنی غیر سامی ہیں۔

اس ضمن میں دوسری قابل لحاظ بات یہ ہے کہ یہودی حضرت ابراہیم کے پڑپوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ جو حضرت اسحاق کے صاحبزادے تھے جب کہ حضرت ابراہیم کے ایک دوسرے بیٹے کا نام اسماعیل تھا۔ اگر حضرت ابراہیم عبرانی ہیں تو حضرت اسماعیل بھی عبرانی ہیں اور ان کی اولاد بھی عبرانی ہے۔ قبائل عرب انہی اسماعیل کی اولاد ہیں۔ REBECCA-WEPT AT THE WAILING WALL کا یہودی مصنف ص ۴۴ پر اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ حضرت اسحاق کے سوتیلے بھائی اور حضرت ابراہیم کے بیٹے اسماعیل عبرانی تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا حضرت اسماعیل کی اولاد جو عرب ہیں خدا کے اس وعدے میں شریک نہیں ہیں جس کا ذکر تورات میں ہے اور جس کی بنا پر یہود یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ فلسطین ہمارا ہے۔ جب کہ عربوں کی آبادی بھی یہود سے زیادہ ہے اور وہ خدا کے اس وعدے پر زیادہ پورے اترتے ہیں کہ اے ابراہیم میں تیری اولاد کو ستاروں کے برابر کردوں گا۔ یہود اس بات کا جواب یوں دیتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کے بعد اسماعیل کی بجائے حضرت اسحاق منصوص من اللہ تھے لیکن ساتھ ہی اس بات کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت اسحاق کی اولاد میں حضرت یعقوب کے بجائے ان کے دوسرے صاحبزادے جناب الیسو منصوص من اللہ تھے۔ اس نص کا نشان کوئی پہلی

magazine.mohaddis.com

تھا جو حضرت یعقوب نے معاذ اللہ چوری کر کے کھا لیا۔ اس طرح نص یعقوب اور پھر اولادِ یعقوب یعنی یہود کی جانب منتقل ہو گئی۔ ان یہودہ لوگوں کو اس بات کی قطعاً شرم نہیں ہے کہ وہ محض اپنے خود ساختہ نظریات کو ثابت کرنے کے لیے خدا کے برگزیدہ پیغمبروں پر کس طرح کی الزام تراشی میں مصروف ہیں۔ اب غور فرمائیے کہ اگر حضرت ابراہیمؑ سے ان کی اولاد کے بارے میں بقول موجودہ تورات کوئی وعدہ ہوا تھا تو اس میں کس قدر گڑبڑ ہو چکی ہے۔ مزید برآں وعدے اور وراثت کا مستحق بھی وہی ہے جو فرماں بردار ہے کیونکہ تورات کے مطابق خدا نے حقِ ملکیت کو فرمانبرداری سے مشروط کیا ہے۔ قرآن نے بھی یہی کہا۔ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ط قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِينَ۔ ان حالات میں اگر تاریخ یہود کو بغور پڑھا جائے تو اس میں سوائے سرکشی، نافرمانی انبیاء کو اذیتیں دینے اور قتل کرنے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ ان حالات میں دعوئ فلسطین کے ضمن میں ان کی دلیل اول قطعاً ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے۔

یہود کی اپنے دعوئ فلسطین کو ثابت کرنے کے لیے دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ فلسطین کے باشندے ہیں لیکن اگر قدیم ہونا میراث کا مستحق ٹھہراتا ہے تو پھر قدیم ترین اس کا زیادہ مستحق ہے۔ گذشتہ صفحات میں ہم تفصیل بتا چکے ہیں کہ فلسطین کے اصل باشندے کون ہیں اور پھر کس کس دور میں کون کون یہاں آ کر آباد ہوتے۔ اور عبرانی جن کے نام میں ہی یہ بات مضمر ہے کہ وہ فلسطین میں نووارد ہیں کب یہاں آ کر آباد ہوئے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ فلسطین کے قدیم ترین باشندے غیر سامی ہیں۔ ان کے بعد یہاں اموری آباد ہوئے جن کی نسل شاید اب موجود ہی نہیں ہے۔ ان کے بعد یہاں عرب سے کنعانی آئے اور تورات میں اس بات کی شہادت موجود ہے کہ انہی کی مناسبت سے اس سرزمین کو کنعان کہا گیا ہے اور فلسطین کو کنعانیوں کی سرزمین کہا گیا ہے۔ تمام مؤرخین کو اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ کنعانی اس خطہ کے قدیم ترین موجود باشندے ہیں۔ جب سے یہاں آئے اسے وطن سمجھا۔ ہمیشہ یہیں رہے ہیں۔ اس ملک کے غموں اور خوشیوں میں برابر کے شریک رہتے ہوئے ہمیشہ یہاں آباد رہے۔ کیسے بھی حالات ہوں انھوں نے کبھی بحیثیت قوم ترکِ وطن کا ارادہ نہیں کیا۔ اگرچہ ملک کی حکومت مختلف ادوار میں مختلف قوموں مثلاً اسیریوں۔ بابلیوں، عبرانیوں، یونانیوں، رومیوں، ایرانیوں، سلجوقیوں اور عثمانیوں کے ہاتھوں میں رہی تاہم کنعانی ہر دور میں یہاں موجود رہے ہیں۔ حتی الامکان حملہ آوروں کی مزاحمت بھی کرتے رہے۔ یہی کنعانی بعد میں عرب مسلم سوسائٹی میں مدغم ہو گئے۔


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



اور دلیل ثانی کی بنا پر یہی لوگ خطہ فلسطین کے اصل وارث ہیں۔ عبرانی تو اغراض کے بندے ہیں۔ کنعانیوں کے بعد فلسطینی آئے۔ پھر معاشی اغراض کے تحت مصر چلے گئے۔ وہاں زمین تنگ ہوئی تو پھر فلسطین چلے آئے۔ حالات کی ناسازگاری پر دوسرے ممالک مثلاً مصر، روس، سپین، بلجیم، ہالینڈ، جرمنی اور افریقہ وغیرہ چلے گئے۔ یہ لوگ فلسطینی تو کہلا سکتے ہیں فلسطین کے باشندے نہیں کہلا سکتے۔ جب باشندے ہی نہیں تو حکومت سازی کا حق انھیں کیونکر مل سکتا ہے۔

یہود کی تیسری دلیل یہ ہے کہ فلسطین میں جناب مسیح سے قبل صدیوں تک ان کی حکومت رہ چکی ہے جو جبراً ختم کر دی گئی تھی اب یہ علاقہ انھیں دوبارہ ملنا چاہیے تاکہ وہاں اپنی مرضی کی حکومت بنا سکیں۔ گزشتہ صفحات میں ارضِ فلسطین پر ایک طائرانہ نظر آپ ڈال چکے ہیں اور آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ پہلے فلسطین کے مختلف علاقوں میں مختلف اقوام و قبائل حکمران تھے۔ جنھیں عبرانیوں نے آکر زیر کیا۔ پھر بابلی، یونانی، رومی، مصری، سلجوقی، ترک، انگریز یہاں حکمران رہے۔ آخر اتنی اقوام میں سے بلحاظ قبضہ کسے وارثِ فلسطین قرار دیا جائے۔ دورِ حاضر کا مشہور مؤرخ ٹائن بی کہتا ہے۔ ..... ۱۸ اسال بعد فلسطین کو ارضِ یہود نہیں کہا جا سکتا۔ ورنہ امریکہ کو ریڈ انڈین کا ملک کہنا پڑے گا اور انگلینڈ و دیگر کئی ممالک کا معاملہ بھی آج سے مختلف ہوگا۔ میرے خیال کے مطابق یہود کو سوائے ذاتی حقِ ملکیت کے فلسطین میں اور کوئی حق نہیں ہے۔ چہ جائیکہ ان کی وہاں ریاست قائم کرنے کا حق تسلیم کیا جائے۔

اسی طرح مہاتما گاندھی نے اپنے اخبار ہریجن کی ۱۲ نومبر ۱۹۳۸ء کی اشاعت میں لکھا۔ اگرچہ مجھے یہود سے مکمل ہمدردی ہے لیکن یہ ہمدردی مجھے انصاف کے تقاضوں سے اندھا نہیں کر سکتی۔ یہود کی قومی وطن کی آواز مجھے متاثر نہیں کرتی۔ فلسطین اسی طرح عربوں کا ہے۔ جس طرح انگلینڈ انگریزوں اور فرانس فرانسیسیوں کا۔ یہود کو عربوں پر مسلط کرنا غلط ہوگا۔ اگر یہود کا فلسطین کے علاوہ کوئی وطن نہیں ہے تو کیا دوسرے ممالک میں بسنے والے یہود کو ان ممالک سے نکالنے کے لیے تشدد کرنا جائز ہوگا؟ یا وہ دوہری وطنیت چاہتے ہیں۔ تورات والا فلسطین اب جغرافیائی چیز نہیں ہے۔ صرف یہود کے دلوں میں ہے لیکن اگر وہ اسے جغرافیائی حقیقت سمجھتے ہیں تو برطانوی توپوں کے سائے میں وہاں داخل ہونا


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



غلط ہے اور اس داخلہ کے خلاف عربوں کی مزاحمت بالکل جائز ہے۔

گویا کسی دور میں کسی قوم کا کسی علاقے میں حکمران ہو جانا ان کے ابدی حقِ ملکیت کی دلیل نہیں سمجھا جاتا ورنہ سپین اور سسلی وغیرہ پر بھی مسلمانوں کا حق تسلیم کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ اقبال نے کہا ہے

ہے ارضِ فلسطین پہ یہودی کا اگر حق ۔۔۔ ہسپانیہ پہ حق کیوں نہیں اہلِ عرب کا

فلسطین پر اپنا حق ثابت کرنے کے لیے چوتھی دلیل کے طور پر یہودی کہتے ہیں کہ فلسطین ان کے مذہب کا گہوارہ ہے۔ یہاں ان کے مقاماتِ مقدسہ ہیں۔ یہیں ان کا مقدس ترین شہر یروشلم ہے۔ جسے خدا کا گھر کہتے ہیں اور جس کے متعلق روایت ہے کہ یہ دنیا کا وسط ہے اور خدا نے تمام شہروں کا وزن کرکے یروشلم کو ہی اس قابل پایا کہ یہاں ہیکل تعمیر کیا جائے۔ یہود کہتے ہیں کہ یہیں ہمارا ہیکل تھا جسے ہم دوبارہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ یہیں ان کے مقدس پہاڑ جبل صیہون اور جبل موریاہ ہیں۔ یہیں مسجد اقصیٰ کے مغرب میں ان کی دیوارِ گریہ ہے جو اس وقت کی موجود یادگاروں میں یہود کی سب سے مقدس یادگار ہے۔ یہیں تختِ سلیمان اور مزارِ داؤد ہیں۔ یہیں خواب میں خدا نے یعقوبؑ سے کلام کیا اور یروشلم کا نام بیتِ ایل رکھا۔ حضرت ابراہیم اپنے صاحبزادے حضرت اسحاق کو قربانی کے لیے اسی شہر میں لے آئے تھے۔ یہود کا یہ بھی کہنا ہے کہ فلسطین میں ہی ان کی روحانی مذہبی اور قومی وحدت وجود میں آئی اور یہیں سے انہوں نے دنیا کو بائیبل دی اور عالمی اہمیت کی ثقافت پیدا کی — اگر ان باتوں کو فلسطین پر یہود کا حقِ ملکیت ثابت کرنے کے لیے تسلیم کر لیا جائے تو ہندوستان بدھ مت کے پیروکاروں کو دینا پڑے گا کیونکہ ان کا بانی بھی یہیں پیدا ہوا۔ ان کا مذہب بھی یہیں پروان چڑھا اور یہاں ان کے مقدس مقامات بھی موجود ہیں۔ لیکن کوئی بھی اس وجہ سے ہندوستان بدھ مت کے پیروکاروں کو دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ بفرضِ محال اگر مقدس مقامات کی موجودگی کو وراثت کا استحقاق سمجھ لیا جائے تو فلسطین میں مسلمانوں کے مقدس مقامات کی موجودگی کو وراثت کا استحقاق سمجھ لیا جائے تو فلسطین میں مسلمانوں کے مقدس مقامات سب اقوام کی نسبت زیادہ ہیں۔ کیونکہ یہود کے پیغمبر داؤد، سلیمان، یوسف، موسیٰ علیہم السلام مسلمانوں کے بھی پیغمبر ہیں۔ اور ان سے منسوب یادگاریں مسلمانوں کے لیے بھی تقدس رکھتی ہیں۔ ان کے علاوہ مسلمانوں کے مخصوص مقدس مقامات بھی ہیں جن میں مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ سب سے زیادہ اہم ہیں۔

magazine.mohaddis.com



لہذا اگر یہ دلیل استحقاق ثابت کرتی ہے تو پھر استحقاق مسلمانوں کا ثابت ہوتا ہے یہود کا نہیں۔

پانچویں دلیل بھی اس قابل نہیں ہے کہ اس سے استحقاق ثابت کیا جا سکے۔ ان کا یہ کہنا کہ فلسطین ہمارا ذہنی اور روحانی وطن ہے اور طویل جلاوطنی کے باوجود ہم ہمیشہ واپسی کے خواہش مند رہے ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ مؤرخین کے مطابق جب ۷۲۱ ق م میں اشوریوں نے دس اسباط بنی اسرائیل کو برباد کر کے جنگلوں اور پہاڑوں میں منتشر کیا تھا تو پھر بعد کی طویل تاریخ میں کبھی یہ پتہ نہیں چلا کہ وہ لوگ کہاں ہیں اور نہ ہی انھوں نے کبھی واپسی کی خواہش و کوشش کی۔ بلکہ وہ جہاں بھی گئے ہو رہ گئے مقامی آبادی میں مل جل کر اپنی حقیقت کو فراموش کر گئے۔ بنی اسرائیل کے بارہ اسباط میں سے باقی صرف دو رہ گئے جنھیں بابل کا بادشاہ قید کر کے بابل کے بیگار کیمپوں میں لے گیا تھا۔ جب سائرس نے ۵۳۸ ق م میں بابل فتح کر کے ان جلاوطن یہودیوں کو واپس فلسطین جانے کی اجازت دی تو واپس جانے والوں کے لیے ہر قسم کی آسائشوں کا بندوبست بھی کیا تو بہت سے یہود نے واپسی سے انکار کر دیا کیونکہ انھوں نے قیام بابل کے دوران وہاں اپنے مذہبی مدارس بنا لیے تھے اور یہ لوگ بابل میں ہی اپنی تالمودی درس گاہوں سے چمٹے رہے۔ اسی طرح سکندر یونانی کے حملہ کے بعد جب سکندریہ علوم و فنون کا مرکز بن گیا تو بہت سے یہودی خود بخود فلسطین سے سکندریہ منتقل ہو گئے اور مصری سوسائٹی میں اس قدر ضم ہو گئے کہ اپنی زبان تک بھول گئے حتّٰی کہ عبرانی تورات سے بھی ان کا رابطہ ختم ہو گیا۔ اس لیے ۲۲۸ ق م میں بہت سے یہودی علماء کو یروشلم سے سکندریہ بلا کر عبرانی تورات کا یونانی ترجمہ کروایا گیا تاکہ یہ لوگ اپنی مذہبی کتاب کا مطالعہ کرنے کے قابل ہو سکیں۔ لیکن حادثہ یہ ہوا کہ ترجمہ کے لیے آنے والے علماء بھی واپس فلسطین جانے کی بجائے مستقل طور پر سکندریہ ہی میں آباد ہو گئے۔

انقلابِ فرانس کے بعد (۱۷۸۹ء) میں جب یہود سے تقاضا کیا گیا کہ وہ اپنی سیاسی وفاداریوں کا اعلان کریں تو "تصور یہودی ریاست" کے مصنف بن ہالپرن کے مطابق یہود نے ایسے کسی بھی خیال کو کہ وہ فلسطین سے کسی بھی طرح متعلق ہیں رد کر کے متعلقہ ممالک سے وفاداریوں کا اقرار کیا۔ ایسے یہودیوں نے صیہونیوں کی تحریک پر بھی ہجرتِ فلسطین سے انکار کرتے ہوئے برلن اور پیرس کو اپنا صیہون قرار دیا۔ کیونکہ ہر وہ ملک جہاں یہود کے پاس دولت



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com


ہے انھیں فلسطین سے زیادہ محبوب و متقدس ہے۔ اعلانِ بالفور کے بعد صیہونیوں نے پوری کوشش کی کہ تمام دنیا سے یہودی ہجرت کر کے فلسطین میں اکٹھے ہو جائیں لیکن عام یہودی اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ لہٰذا صیہونیوں نے ہٹلر کو مختلف ہتھکنڈوں سے تشدد پر ابھارا اور ڈاکٹر وائزمین اور بن گوریان نے اپنے بے شمار ایجنٹ ہٹلر کی اس فورس میں بھرتی کروائے جن کا کام یہود کو تلاش کر کے قتل کروانا تھا۔ ان لوگوں کا مقصد یہ تھا کہ یہودی وحشت اور خوف سے یورپی ممالک چھوڑ کر فلسطین میں جا کر آباد ہو جائیں لیکن ان سب اقدامات کے باوجود دنیا بھر سے کل یہودیوں کی نہایت قلیل تعداد فلسطین پہنچی۔

یہود کی مختلف تنظیموں نے عرب ممالک میں آباد یہودیوں کو ہر قسم کی آسائشات کا لالچ دے کر فلسطین آنے کی ترغیب دی لیکن وہ لوگ بدستور مصر، شام، عراق میں آباد رہیں۔ بن گوریان نے تنگ آ کر یہ اعلان کیا کہ جو یہودی اسرائیل سے باہر ہیں وہ ہمارے مذہب سے خارج ہیں۔ اس لیے سب یہودی یہاں چلے آئیں۔ لیکن اس فتوے کے باوجود اسرائیل میں آباد یہودیوں کی نسبت کئی گنا زیادہ یہودی باقی دنیا میں آباد ہیں۔

آخر یہ لوگ فلسطین کیوں نہیں جاتے جب کہ دعوٰی ہے کہ فلسطین ہمارا وطن ہے اور ہم ہمیشہ واپسی کے خواہشمند رہے ہیں اور وہاں کی حکومت اسرائیل ان کے لیے چشم براہ بھی ہے؟ بات وہی ہے جو پہلے لکھ چکا ہوں کہ ہر وہ جگہ جہاں انھیں دولت اور سیاسی اقتدار مل جائے وہ انھیں فلسطین سے عزیز تر ہے اور قومی وطن کی اصطلاح ایک فراڈ ہے جسے انھوں نے سیاسی اغراض کے لیے استعمال کیا ہے۔ ورنہ تاریخ کے کسی بھی دور میں انھوں نے فلسطین کو قومی وطن کی حیثیت سے نہیں دیکھا۔

فلسطین کے دوسرے دعویدار عیسائی ہیں۔ دعوٰی کے اثبات کے لیے ان کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ ۳۳۶ء سے حضرت عمرؓ کے دور تک ۱۴ء سے ۶۲۸ء کا مختصر عرصہ نکال کر جب یہاں خسرو پرویز ایرانی کی حکومت تھی یہ علاقہ عیسائی قلمرو کا حصہ رہا ہے۔

۲۔ یہ خطہ عیسائیت کا مولد و منشا ہے اور یہاں ہمارے متقدس مقامات ہیں۔

ان دونوں دلائل کا تار و پود یہود کے دعوٰی فلسطین کے ضمن میں بکھیرا جا چکا ہے اور ویسے بھی صلیبی جنگوں میں انگلینڈ کے رچرڈ شیر دل نے صلیبی افواج کے سربراہ کی حیثیت سے یہ علاقہ


مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



سلطان صلاح الدین ایوبی کے بھائی ملک العادل کے ساتھ اپنی بہن کی شادی کے جہیز میں دے دینے کا فیصلہ کر کے عملی طور پر اپنے دعوے سے دستبرداری اختیار کر لی تھی۔

اس سرزمین کے تیسرے دعوے دار مسلمان ہیں ان کا کہنا ہے کہ اگر حضرت ابراہیم سے ان کی اولاد کو خدا تعالیٰ نے فلسطین کی حکومت عطا کرنے کا کوئی وعدہ کیا تھا تو عرب جو سیدنا ابراہیم ہی کی اولاد ہیں۔ اور یہود (جنھیں اولادِ ابراہیم ہونے کا دعویٰ ہے) کی نسبت اس وعدے کی بنا پر حکومت سازی کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ ان کی تعداد یہود سے کہیں زیادہ ہے۔ اور اگر کسی علاقے کے قدیم باشندے ہونے کی بنا پر استحقاق کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے تو عبرانیوں سے قبل کے کنعانی جو آج اہلِ فلسطین کہلاتے ہیں اور اسرائیل سے جبراً بے گھر کر دیے جانے کے بعد شام، مصر، لبنان اور اردن میں پناہ گزینوں کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے ہیں ارضِ فلسطین میں حکومت بنانے کے زیادہ مستحق ہیں اور چونکہ یہ کنعانی اب مسلمان ہیں اس لیے ارضِ فلسطین مسلمانوں کا علاقہ متصور ہونا چاہیے۔

## دِل لرز اُٹھے نہ کس طرح تماشائی کا

ضبط کی تاب نہ یارا ہے شکیبائی کا
اب خدا حافظ و ناصر دلِ سودائی کا

مجھ سے حق چھین لیا ہے مری گویائی کا
یہ صِلہ مجھ کو ملا ہے مری سچائی کا

شرفِ سنگِ درِ یار جو بخشا مجھ کو
کر سلیقہ بھی عطا ناصیہ فرسائی کا

لغو حرکات سے پرہیز گناہوں سے گریز
فائدہ کم ہے یہ کیا گوشۂ تنہائی کا

کفر و ایماں کی لڑائی میں یہ ممکن ہی نہیں
مردِ مومن ہوا سے خطرہ ہو پسپائی کا

سیر کر سکتا نہیں گلشنِ مقصود کی تو
خوف ہے دل میں اگر بادیہ پیمائی کا

اپنی فطرت پہ گر انسان کبھی غور کرے
دھیان آئے نہ کبھی دل میں خود آرائی کا

نام میرا ہے مگر کام یہ سب ہے تیرا
کیا طریقہ ہے مری حوصلہ افزائی کا

حسنِ سیرت کا ہو فقدان اگر انسان میں
مول کوڑی نہیں پھر حُسن کی زیبائی کا

دیکھ کر شاخ پہ شادابیٔ گل کا انجام
دل لرز اٹھے نہ کیوں ایک تماشائی کا

موت کا ذکر بھی ہو فکر بھی ہو محشر کی
ہے تقاضا یہی عاجزؔ تیری دانائی کا

عبدالرحمٰن عاجزؔ
مالیر کوٹلوی



مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

Regd. No. L. 7895 Phones : 352897 - 63210

# Monthly MOHADDIS Lahore-16

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

★ عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں ——— لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

★ علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقا کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں ——— لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

★ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے ——— لیکن دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا، حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

★ تبلیغ دین اور نشر و اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے، ——— لیکن حرام و حلال کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی رُوح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

★ آئین و سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے ——— لیکن

ع جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

★ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے ——— لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

◎

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو :

# مُحدِّث

کا مطالعہ فرمائیے۔ آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزیّن پائیں گے ان شاء اللہ۔ کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

زرِ سالانہ ۱۵ روپے — فی پرچہ ۱/۵۰ روپے